١٩٢٧

الهلال

جلد ١

نمبر ١٦

چھاپہ عزیزی پریس کلکتہ

قیمت ٥ ـ آنه

الهلال

هر جمعه كو نمبر ١١ - بالي گنج سركلر روڈ - كلكته سے شايع هوتا هے

قيمت سالانه مع محصول	- -	باره روپيه
هندوستان سے باهر كيليے	- -	سوله روپيه
قيمت شش ماهي	- - -	سات روپيه
قيمت في پرچه	- - -	پانچ آنه

(١) تمام خط و كتابت اور ارسال زر " منيجر الهلال " كے نام سے كي جاے ليكن جو خطوط مضامين سے تعلق ركهتے هوں أنكے لفافه پر " ايڈيٹر " كا نام هونا چاهيے -

(٢) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(٣) براه عنايت خط و كتابت ميں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لكهيے -

(٤) خط و كتابت ميں نمبر خريداري لكهيے جسكي اطلاع آپكو وصول قيمت كي رسيد ميں ديدي گئي هے -

(٥) اگر كسي صاحب كے پاس كوئي پرچه نه پهنچے تو تاريخ اشاعت سے ايک هفته كے اندر اطلاع ديں - ورنه بصورت تاخير بغير قيمت كے روانه نهيں كيا جائيگا -

(٦) اگر آپ دو تين ماه كيليے ايک جگه سے دوسري جگه جا رهے هيں تو اپنا پته تبديل نه كرايے ، مقامي ڈاكخانه كو اطلاع ديكر انتظام كر ليجيے - اگر اس سے زياده عرصه تک كے ليے تبديل مقام پيش آجاے تو ايک هفته پيشتر اطلاع ديكر پته تبديل كراليں -

(٧) مني آرڈر روانه كرتے وقت فارم كے كوپن پر اپنا نام و پته ضرور لكهديں -

(٨) ايسے جواب طلب امور كے ليے جنكا تعلق دفتر كے دفتري فرائض (مثلاً رسيد زر و اطلاع اجراء اخبار وغيره) سے نهيں هے ٹكٹ ضرور بهيجيے ورنه دفتر پر غير معمولي خط و كتابت كے مصارف كا بار پڑيگا -

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين — القرآن الكريم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ١٦ — کلکته : جمعه ١٠ - ربیع الثانی ١٣٤٦ هجری — جلد ١

Calcutta : Friday, 7. October 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافته طریق طباعة نہین رکھتی .
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای .
پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی .

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وہ هین جن مین الهلال چھپتا هی . اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکھیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس بارى مین اس وقت تك ١٣٠١ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی

عربی حروف کی حق مین	١٩٧	اردو حروف کی حق مین	٣٧٥
موجودہ مشترك طباعة کی حق مین	٣٧٤	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	٢٢٨	نستعلیق هون	١٢٧

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس بارى مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آیندہ اس بارى مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین .

الهلال

علم الاجتماع

(۲)

(فرد کا اقتدار جماعت پر)

جماعت نے طویل تجربے سے معلوم کر لیا تھا کہ شکار اور جنگ میں وہی شخص اُس کا سردار ہونا چاہیے' جو اسلحہ کے استعمال میں مشاق اور جسمانی قوت میں اصلح ہو - یہ حال صرف انسانی جماعتوں ہی کا نہیں ہے - چڑیاں بھی جب ایک اقلیم سے دوسری اقلیم کو جاتی ہیں' تو اپنی سرداری اور پیش قدمی کے لیے اپنا سب سے زیادہ قوی اور تیز نظر فرد منتخب کرتی ہیں - ہمیشہ دیکھا جاتا ہے کہ چڑیوں کے غول اپنے سردار کے پیچھے اڑتے ہوئے جاتے ہیں !

اپنی تکوین کے آغاز میں سلطنت کی بھی یہی صورت ہوئی - افریقہ' آسٹریلیا' اور نیوزی لینڈ میں ابتک ایسے قبائل موجود ہیں جو یہ اجتماعی نظام پیش کر رہے ہیں - بعض قبائل ایسے بھی ہیں جن کا سردار دائمی نہیں ہوتا' عارضی طور پر منتخب کر لیا جاتا ہے - چنانچہ قبائل تسمان کا یہی حال ہے - اُن کا جب کوئی خاندان سفر یا جنگ کو جانے لگتا ہے تو اپنا سردار منتخب کر لیتا ہے - لیکن اِس ضرورت کے ختم ہوتے ہی سردار کی سرداری بھی ختم ہو جاتی ہے' اور وہ باقی افراد کی طرح ایک فرد عام ہو جاتا ہے -

جو جماعتیں جنگ و جدل سے دور ہیں' اُن میں فرد کا کوئی اقتدار نہیں ہوتا - چنانچہ قبائل درجی میں کوئی بھی سردار نہیں ہے - تمام افراد بالکل مساویانہ زندگی بسر کرتے ہیں -

یہی حال قبائل اسکیمو کا ہے - اِن کی تعداد اگرچہ بہت زیادہ ہے' مگر آج تک اُن میں کوئی سردار نہیں ہے - شروع شروع جب اُن کے سواحل پر یورپین جہاز پہنچے' تو اُنھیں یہ دیکھہ کر سخت حیرت ہوئی کہ بحری سپاہی اپنے افسروں کے اشاروں پر حرکت تے ہیں !

(حکومتوں کی تشکیل میں جنگ کا دخل)

ابتدائی حکومتوں کے وجود کا باعث صرف جنگ ہی نہ تھی - لیکن جو حکومتیں جنگی ضرورت سے قائم ہوتی ہیں' وہ فرد ہی کے ماتحت ہوتی ہیں - ابتدائی جنگوں کے تجارب نے انسانی جماعتوں کو یقین دلا دیا کہ نظام و ترتیب کی قوت' کثرت تعداد کی قوت سے کہیں زیادہ مؤثر ہوتی ہے - بہت سی جماعتیں محض اِس لیے برباد ہو گئیں کہ اُن میں کوئی نظام موجود نہ تھا - انتشار و فوضویت عام تھی - چنانچہ بتدریج انسانوں نے نظام کے فوائد معلوم کیے اور منتظم زندگی اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے -

جملہ مستبد حکومتوں کی پیدائش' جنگ ہی سے ہوئی ہے - شخصی حکمرانی کا باعث' جنگ سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہو سکتی -

چنانچہ قرون اولی میں جب روم کے لیے ایک بڑا جنگی خطرہ پیش آیا' تو قہری حکومت (ڈیکٹیٹرشپ) قائم ہوگئی - لیکن اُس کے دفع ہوتے ہی مینسناٹس' جو اِس حکومت کا حاکم تھا' اپنے کھیت میں ہل چلانے واپس چلا گیا - تاریخ میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ زیادہ سے زیادہ حریت پسند قوموں میں بھی جنگوں نے ایسے آدمی پیدا کردیے' جو شروع میں حامی حریت معلوم ہوتے تھے مگر جنگی ضرورتوں نے اُنھیں مستبد حاکم بنا دیا -

جنگی قومیں — اپنے جغرافیائی موقعہ کے لحاظ سے — استبدادی طرز حکومت ہی پر برقرار رہیں - اسی طرح تمام وسیع ممالک' جن پر دشمنوں کے حملے ہوتے رہے یا جن میں اندرونی شورشیں زیادہ برپا ہوتی رہیں' اُن کی حکومتیں لازمی طور پر استبدادی رہی ہیں - برخلاف اِن کے چھوٹے چھوٹے اور چہار طرف پہاڑوں سے محفوظ ملکوں کی حکومتیں جمہوری ہوا کرتی ہیں - چنانچہ قدیم زمانے میں یونان اور موجودہ زمانے میں سوئٹزرلینڈ اُن ممالک کی مثال ہیں جو استبداد سے یک قلم نا آشنا ہیں - لیکن قوم ترکمان — بدویت کی حالت میں — شخصی استبداد کی طرف مائل رہی ہے -

(حکومتوں کی تشکیل میں صناعت کا دخل)

صناعت' اگرچہ براہ راست حکومتوں کی تکوین کا باعث نہیں ہے' لیکن جنگ کے بعد وہ بھی اُن کی تشکیل میں بڑا دخل رکھتی ہے - کیونکہ صناعت' دولتمندی کا اولین سبب ہے اور اس لیے باشندوں میں فرق مراتب کا موجب ہے -

ابتدائی انسان نے جوں ہی آلات کو ترقی دی' مختلف قسم کی صنعتیں ظاہر ہونے لگیں - صناعوں اور کاشتکاروں نے غیر معمولی محنت کے ذریعہ اِتنی پیداوار مہیا کرلی جو اُن کی ضرورت سے زیادہ تھی - چنانچہ اُس کی فروخت اور مبادلہ سے اُنھیں کافی دولت حاصل ہوگئی - اِس دولت سے اُنھوں نے دوسروں سے زیادہ رسوخ حاصل کرلیا اور اپنے لیے خاص خاص صنعتیں اور پیشے خاص کرلیے -

اِن مالداروں کو بہت جلد ضرورت محسوس ہوئی کہ حریص و طماع غریبوں سے اپنی دولت محفوظ رکھنے کی تدابیر اختیار کریں - چنانچہ اُنھوں نے اِس مقصد کے لیے قانون و نظام بنائے - یا دوسرے لفظوں میں ملک کے لیے حکومت کی بنیاد رکھی اور اُسکی خاص شکل تجویز کی -

اِس قسم کی حکومتیں' جو صناعوں اور تاجروں کے ہاتھوں ظاہر ہوئیں' قدرتی طور پر اُن حکومتوں سے مختلف مزاج رکھتی تھیں' جنھیں جنگوں نے پیدا کیا تھا - کیونکہ اول الذکر میں کامل شخصی اقتدار قائم نہیں ہو سکتا تھا - صناعوں اور تاجروں کی جماعت کو بھی رسوخ حاصل تھا - اِس قسم کی حکومتوں کی مثال قدیم زمانے میں وینس اور ولمنک کی حکومتیں تھیں - یہ حکومتیں جنگی حکومتوں سے بہت سی باتوں میں مختلف ہوتی ہیں -

جنگي اقتدار رکھنے والے بادشاهوں پر رعایا کي کوئي نگراني نہیں هوتي - لیکن تجارتي حکومتوں میں تجار و اعیان ' حاکم کي نگراني کرتے هیں ' اور حاکم ' تجار و اعیان کي نگراني کرتا ھے ' کیونکه پوري قوم اِس ممتاز طبقه کے مظالم کا نشانه بن سکتي ھے -

(حکومتوں کي تشکیل میں مذهبي پیشواؤں کا دخل)

ایک تیسري قوت بھي ھے جو حکومتوں کي تشکیل میں بڑا دخل رکھتي ھے - وہ قوت کاهنوں اور مذهبي پیشواؤں کي ھے - قدیم زمانے میں دیني پیشواؤں کو غیر معمولي اهمیت و طاقت حاصل تھي - مصریوں اور یہودیوں میں اِن کا اقتدار بے روک تھا - یه اِنھي کاهنوں کي قوت تھي جس نے مخلوق سے فرعون کي پرستش کرائي اور روموس اور ریموس (۱) کو جنگ کے دیوتا کي اولاد تسلیم کرا دیا - چین کے شہنشاهوں کے متعلق بھي ایسا هي اعتقاد تھا - سیام کے بادشاہ تو آج تک اِسي قسم کے القاب سے یاد کیے جاتے هیں -

غرضکه سیاسي قوت ' اجتماعي ارتقاء کا نتیجه هوتي ھے - کمزور همیشه طاقتوروں کا لقمه هوتے هیں - قوت صرف مادي هي نہیں هوتي - دیني ' اخلاقي ' اور فکري بھي هوتي ھے - بلکه کبھي کبھي اقتصادي بھي هوتي ھے - مارکس کا قول ھے که اقتصادي قوت هي سیاسي قوت میں اصل و بنیاد کا حکم رکھتي ھے - اُس کي یه رائے هر حال میں صحیح نہیں ھے ' اگرچه اقتصادي قوت ' سیاسي نظامات کي تاریخ میں بہت مؤثر رهي ھے -

(سیاسي حکومت ' اور باهمي تعاون کي تاثیر اُمت کي تکوین میں)

سیاسي حکومت کا ظہور ' ایک اجتماعي حادثه ھے - یه حادثه همیشه ایک هي قسم کا هوتا ھے - جماعتیں اپني قلت و کثرت میں کتني هي متباین هوں ' مگر اِس سے اُن کے طبائع میں کوئي تباین پیدا نہیں هوتا -

انسان ' باهم اجتماعي تعاون کے رشتوں سے جڑ گئے هیں - صرف اسي تعاون کے ذریعه هم اپني ضرورتیں پوري کرسکتے هیں - انسانوں کي ضرورتیں اور قابلیتیں مختلف اور متفاوت هیں - اِسي صورت حال نے اُنھیں مجبور کر دیا ھے که تقسیم عمل کے اصول پر باهمي تعاون سے کام لیں -

همارے اجداد کي اجتماعي روش ' ناموس نشو و ارتقاء کے ماتحت فوراً بدل گئي جب اُنھوں نے دور توحش سے دور بداوت میں قدم رکھا - جغرافیائي اور جنگي ضرورتوں سے مجبور هوکر بہت سے قبیلے متحد هوگئے - اُن کے اتحاد نے ایک نیا مجموعه پیدا کردیا - اِسي مجموعه کا نام بعد کو " اُمت " یا " قوم " هوا - پھر جب زرعي غلامي اور سرداري کا طریقه رائج هوا ' تو غلاموں کے قتل کر ڈالنے کا دستور منسوخ هوگیا اور غلام کاشتکاري کي خدمت پر مامور کر دیے گئے - پھر صنعت و حرفت کے وسیع پیمانے پر ظہور نے سرے سے یه غلامي بھي موقوف کردي -

اِسي تدریجي ارتقاء نے قومیتیں پیدا کیں ' اور قبائلي سرداروں کو شاهي تختوں پر بٹھا دیا - پہلے زمانے میں پادشاہ کا اولین کام یه تھا که فوج کي سپه سالاري کرے - مصریوں ' اشوریوں ' اور یورپین قوموں کي تاریخ ایسي مثالوں سے لبریز ھے -

(جماعت کي زندگي اور تعاون کے دو اصول)

بعض علماء اجتماع کي رائے میں جماعت ' ایک حقیقي زندگي رکھتي ھے - اُن کا خیال ھے که جماعتي ذهن و وجدان ' فردي ذهن و وجدان سے علحده وجود رکھتا ھے - قدیم زمانے میں افلاطون اور ارسطو کا بھي نظریه یہي تھا که جماعت ' ایک عظیم زنده وجود ھے - گویا وہ سینکڑوں سروں کا حیوان ھے - همارے زمانے میں بھي متعدد علماء نے یہي کہا ھے - چنانچه ورمس وغیرہ کہتے هیں که جماعتیں ' اپني مستقل زندگی رکھتي هیں - وہ جسم حي کي مثال پیش کرتے هیں - وہ کہتے هیں علماء فیزیو لوجي (علم وظائف اعضاء) کا متفقه فیصله ھے که اجسام حیه کي اساسي طبیعت یه ھے که هر عضو اپني جگه پر ایک خاص عمل انجام دیتا ھے جس سے مجموعي جسم کي زندگي بر قرار رهتي ھے - مثلاً نبات ' جڑوں ' پتوں ' اور پھولوں وغیرہ سے مرکب هوتا ھے - اِن میں سے هر چیز اپني جگه پر پورے درخت کي سلامتي و بقاء کے لیے کام کرتي ھے -

اعضاء کا یه تعاون ' دو اصلوں پر مبني قرار دیا جا سکتا ھے :

(۱) مختلف اعضاء میں وظائف کي تقسیم و تحدید -

(۲) وہ غرض و غایت ' جس کے لیے بطریق تعاون تمام اعضاء کوشش کرتے هیں -

یه دونوں اصلیں ' تمام انساني و حیواني جماعتوں میں پائي جاتي هیں - یه اِس لیے که اگر اعضاء جسم میں وظائف کي تقسیم نه هو ' تو اُس جسم میں سرے سے وصف عضویت هي موجود نہیں هو سکتا - مثلاً اگر هم ایک ریگ کا ٹیله دیکھیں جس کے تمام اجزاء و اقسام متشابه هوں ' اور سب ایک هي عمل انجام دے رهے هوں ' تو همیں فیصله کر دینا پڑیگا که اِس ٹیلے کے اجزاء میں وظائف کي تقسیم نہیں ھے - یعني اُس میں خود عضویت کا وجود هي نہیں ھے - یہي حال انساني جماعت کا ھے - جس انساني گروہ کا هر فرد اپني علحده زندگي بسر کرتا اور جماعت کے لیے کوئي کام نہیں کرتا ھے ' همیں کہنا چاهیے که وہ گروہ سرے سے جماعت هي نہیں ھے ' بلکه دور وحشت میں پڑا هوا ھے -

(وظائف کي تقسیم)

جسم میں عضویت کا آغاز اُسي وقت سے هوتا ھے جب اُس کے اجزاء میں وظائف کي تقسیم هو جاتي ھے - یہي حال انسانوں کا ھے جب اُن میں تقسیم عمل نافذ هو جاتي ھے - بعض کھیتي پر لگ جاتے هیں - بعض کپڑا بننے لگتے هیں - بعض مکان بنانے لگتے هیں ...... اِس حالت میں انسانوں کے اِس گروہ کا نام " جماعت " هو جاتا ھے -

میلن کي رائے ھے که عالم اقتصاد میں تقسیم عمل ' عالم فیزیو لوجي (وظائف الاعضاء) میں تقسیم وظائف (فرائض) کے بالکل مشابه ھے - یه تقسیم هي جسم حي کي خصوصیت پیدا کرتي ھے - اور یہي تقسیم " جماعت " کو موجود کرتي ھے -

اِس کي مثال یه ھے که زنده جسم میں معدہ ' نه تو دل کا فرض انجام دیتا ھے ' نه دل معدے کا - گزشته تفصیل سے واضح هوچکا ھے که زندگي پیدا کرنے میں تقسیم وظائف ' تعاون هي کي بنیاد پر قائم هوتي ھے - مثلاً دماغ اپني غذا حاصل کرنے کے لیے خود عمل نہیں کرتا ' بلکه اُس کي غذا معدہ مہیا کرتا ھے ' اور قلب یه غذا اُس تک پہنچاتا ھے - یہي حال جماعت کا ھے -

(۱) روموس اور ریموس ' مندر وستا کي راهبه " ري سیلویا " کے توأم لڑکے تھے ' اور زنا سے پیدا هوئے تھے - مگر راهبه نے دعوی کیا که وہ جنگ کے دیوتا مریخ کي اولاد هیں - روموس ' روم کا باني ھے -

ضروری ہے کہ اُس میں بھی بعض افراد ' قوم کی مدافعت کی ذمہ داری لیں ' بعض عام مصالح انجام دیں ... اِس تقسیم عمل اور تعاون کی غایت یہ ہوتی ہے کہ مجموع یعنی جماعت ' قائم و محفوظ رہے - ہر عضو ' دوسرے اعضاء کے مقابلے میں بیک وقت ' واسطہ اور غایت ہوتا ہے - چنانچہ مثلاً کاشتکار حاکم کا خدمت گزار ہوتا ہے ' اور حاکم ' کاشتکار کا خادم ہوتا ہے - اِسی طرح جماعت کا ہر فرد ' دوسرے افراد کا معاون و مدد گار ہوجاتا ہے -

یہ اعمال اپنی مجموعی حیثیت سے دائرۂ حیات میں متعدد حلقوں کا حکم رکھتے ہیں - تمام اقوام اور قبائل ' انسانی مجموعہ میں ایسے ہی دائرے بناتے چلے جاتے ہیں -

(سلطنت میں نظام حیات)

اسپنسر نے کائنات حیہ کی بحث میں بتایا ہے کہ جسم حی میں تین بڑے نظام ' تین بڑے وظائف انجام دیتے ہیں :

نظام ہضمی ' مجموعہ عصبی ' نظام تنفس -

یہی حال سلطنت کا ہے - ایک فریق مجموع کے لیے اُس کی غذا مہیا کرتا ہے - دوسرا فریق سلطنت کا انتظام سنبھالتا ہے - تیسرا فریق — اور وہ درمیانی فریق ہے — زمین کی پیداوار تقسیم کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے تاکہ باقی جماعت اُسے اپنے کام میں لائے -

یہ عمل ' جسم انسانی میں دوران خون کے نظام سے بہت مشابہ ہے - سلطنت میں زراعت ' حکومت ' تجارت ' تین اعضاء ہیں اور اُن اعضاء ثلاثہ کے قائم مقام ہیں جو حیاۃ حیوانی قائم رکھتے ہیں -

یہاں پر ایک سوال قابل لحاظ ہے - ہمیں اُسے نظر انداز نہیں کرنا چاہئے - " کیا سلطنت اِن اعضاء کے وجود کے بعد ہی موجود ہوجاتی ہے ؟ — گھڑی کا آلہ یا جہاز کا آلہ ' کائنات حیہ کے مشابہ ہے - چنانچہ وہ بھی دوسرے اجسام حیہ کی طرح مختلف اعضاء سے مرکب ہے - اِس کے اعضاء میں بھی تقسیم عمل ہے اور اپنے اعمال کی انجام دہی میں تعاون رکھتے ہیں - یہ آلات ' زندہ اجسام سے اِس قدر مشابہ ہیں کہ وحشی انسان اُنہیں سچ مچ زندہ وجود ہی سمجھ لیتے ہیں - اگر یہی بات ہے تو پھر جاندار آلے اور بے جان آلے میں کیا فرق باقی رہ جاتا ہے ؟ "

اِس سوال کا جواب لاینتس نے یہ دیا ہے کہ " لکڑی یا لوہے کا متحرک آلہ ' فی نفسہ کوئی عضویت نہیں رکھتا - برخلاف اس کے ہر زندہ وجود عضویت اور مستقل زندگی رکھتا ہے - ہر عالم حی ' ہزاروں زندہ عوالم کا مجموعہ ہے "

ویر خوف اور کلود برناڈ نے ثابت کیا ہے کہ ہر حیوان اپنے سے بہت زیادہ چھوٹے اور پست بے شمار حیوانات سے مرکب ہوتا ہے - ہمارے جسموں کے اندر بہت سی ذی روح کائنات موجود ہیں - اِن میں سے ہر ایک مستقل زندگی رکھتی ہے - اِن کائنات کی زندگی ہمارے ہی خون سے ہے - یہ کائنات ' مختلف قابلیتیں ' خواہشیں ' امراض ' اور حرکات رکھتی ہیں - اگر ہم کسی کیڑے کے دو ٹکڑے کردیں تو بھی اُس کا ہر ٹکڑا زندہ رہے گا - بلاشبہ ترقی یافتہ حیوانوں کی یہ حالت نہیں ہے - لیکن ان حیوانات کے بھی بعض اجزاء — مثلاً ناخن اور بال — جسم کی موت کے بعد زندہ رہتے ہیں - مرنے کے بعد انسان کے ناخن اور بالوں کا بڑھنا اِس بات کی دلیل ہے کہ اِن میں زندگی موجود رہتی ہے - اسی طرح یہ بھی واقعہ ہے کہ کئی چوہوں کی دمیں اگر ایک چوہے کے جسم میں لگا دی جائیں ' تو اِن تمام دموں میں بھی زندگی پیدا ہو جائیگی -

مختارات

عورت کی طاقت

عورت ' ہیئت اجتماعیہ کی بنانے والی ہے - پوری ہیئت اجتماعیہ ' عورت کے قبضۂ اختیار میں ہے - سب کچھ اُسی کی مدد سے اور اُسی کیلیے ہوتا ہے - عورت ' مرد کی سب سے بڑی مربی و معلم ہے - وہ عورت ہی ہے جو مرد کو اعلی اخلاق ' پسندیدہ آداب ' اور رقیق احساس سکھاتی ہے - عورت بعض مردوں کو لطف معاشرت کی تعلیم دیتی اور سب کو سخت مزاجی سے باز رکھتی ہے - عورت ہی کے ذریعہ مرد کو معلوم ہوتا ہے کہ اُسکی اجتماعی زندگی کیسے نازک اور پر پیچ عناصر واجزاء سے مرکب ہے - عورت کے قریب ہونے ہی سے ہم محسوس کرتے ہیں کہ جذبات کا طوفان اور ایمان کا دھارا اِتنا زبردست ہے کہ اُسے روکا نہیں جا سکتا ' اور یہ ' کہ انسان اپنی عقل کے بل بوتے پر نہیں چل رہا ہے -

(اناتول فرانس)

علماء کی خوش مزاجی

عام طور پر مشہور ہے کہ علماء و فضلاء خشک مزاج ہوتے ہیں - شب و روز خشک مباحث میں غور و فکر کرنے کی وجہ سے خشک دماغ ہو جاتے ہیں - یہ چیز اِس قدر مشہور ہوئی کہ علم اور خوش مزاجی کو بڑی حد تک متضاد خیال کیا جانے لگا - بہت سے مدعیان علم مصنوعی خشک مزاجی کی عادت ڈال کر دنیا کو اپنی علمیت منوانے لگے - حالانکہ علم اور بشاشت میں ہرگز کوئی تضاد نہیں ہے - زیادہ سے زیادہ ہنس مکھ آدمی بھی بڑے سے بڑا عالم ہوسکتا ہے - اِس کی سب سے زیادہ نمایاں مثال جاپان میں موجود ہے - یہاں کے علماء فن عموماً بڑے خوش مزاج ہوتے ہیں - حال میں مشہور جاپانی عالم ' ڈاکٹر " میورا " امریکا گیا تھا - وہاں کے لوگ اُس کی ہنسی اور خوش طبعی دیکھکر متعجب ہوئے -

بادشاہوں کو ہدیہ

بادشاہوں کے لیے ایک مصیبت ہدیے بھی ہیں جو اُنہیں بہت بڑی مقدار میں ہمیشہ پہنچتے رہتے ہیں ایڈورڈ ہفتم کے پاس سیکڑوں صندوق سیگرٹ ' نک ٹائی ' دستانوں ' جوتوں ' اور چھڑیوں سے لبریز بطور ہدیہ کے آیا کرتے تھے - وہ ہدیے بہت کم قبول کرتے اور اکثر واپس کردیا کرتے - تاہم بعض نادر چیزیں لے بھی لیتے تھے - چنانچہ ایک شخص نے امریکا سے پاؤ بھر وزن کا ایک آلو بھیجا تھا - اُسے بادشاہ نے قبول کرلیا - اِسی طرح ایک قدیم مصری شاہزادی کا ممی کیا ہوا ہاتھ بھی منظور کرلیا تھا ' اور اُس سے میز پر کاغذ دبانے کا کام لیا کرتے تھے !

یہی حال سابق قیصر جرمنی کا تھا - ایک شخص نے افریقا کے سب سے بلند پہاڑ " کیلیما نگارو " کی چوٹی پر سے ایک پتھر کاٹ کر ہدیہ بھیجا تھا - اسے قبول کر لیا - نیز ایک بڑھیا کا سو مارک کا نوٹ بھی منظور کرلیا تھا - اِس عورت نے دربان کے ہاتھ شہنشاہ کو ایک لفافہ بھیجا جس میں اس بنک نوٹ کے علاوہ ایک خط تھا :

" کل میں نے آپ کو فوج کی قواعد ملاحظہ کرتے وقت سردی سے کانپتے دیکھا - یہ سو مارک کا نوٹ قبول کیجیے اور اِس سے اونی بنیائن خرید لیجیے "

ایک قدیم مرقع

خلیفه هارون الرشید اور فرانسیسي سفارت

عرصه هوا ' زمانۂ حال کے مشهور مصري مصنف جرجي زیدان موسس الهلال قاهره نے اپني سیاحت یورپ کي یاد داشتیں شائع کرتے هوے لکها تها " سوربن یونیورسٹي میں ایک قدیم مرقع میري نظر سے گزرا - اس میں اُس فرانسیسي سفارت کا خلیفه هارون الرشید کے دربار میں ورود دکهلایا گیا هے جو شارلیمین اول نے بغداد بهیجي تهي ' اور جس کے جواب میں هارون الرشید نے وه عجیب و غریب گهڑي ارسال کي تهي جس کا تمام یورپ میں عرصه تک شهره رها "

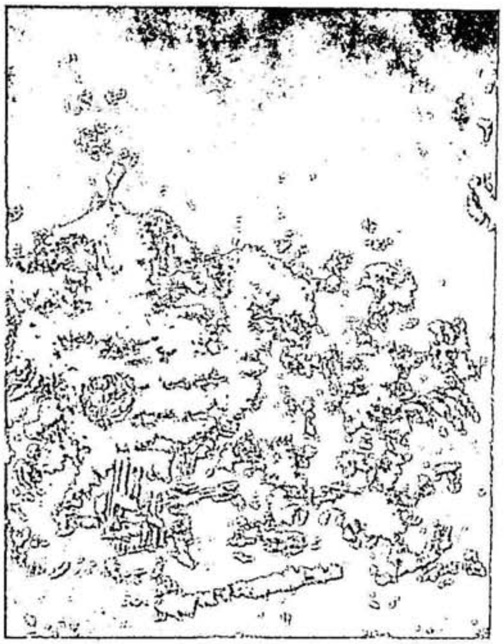

جرجي زیدان نے اس مرقع کا عکس شائع کر دیا تها - اس مرقع میں هارون الرشید ایک بلند مسند پر جو تو بہ تو گدیلوں سے بنائي گئي هے ' بیٹها هے - سر پر خود کي وضع کي قلنسوه هے اور اس پر عمامه بندها هے - حبشي غلام عقب میں کهڑے هیں ' اور فرانسیسي سفارت کے ارکان زمین بوس هو رهے هیں -

مجهے اس مرقع سے بهت دلچسپي هوي لیکن اِسکي تاریخ قدامت کي کوئي تصریح نهیں کي گئي تهي - میں نے خیال کیا ' بهت ممکن هے زمانۂ حال کے کسي مصور نے واقعۂ سفارت کے تخیل کو مرقع کي صورت دیدي هو ' یا کسي تاریخي کتاب کي زین کے لیے طیار کیا گیا هو - میں چاهتا تها ' اُس بارے میں مزید معلومات حاصل کیے جائیں - کیونکه مجهے اپني ایک زیر تحریر کتاب کے لیے اس طرح کے تمام ... کي ضرورت تهي -

گذشته سال ایک تقریب سے مجهے ... ملا که موسیو بلوشر سے خط و کتابت کروں - یه فرانس کے مشهور فارسي داں متسشرق هیں اور کچهه عرصه سے پیرس کے قومي کتب خانه کے فارسي حصه کي از سر نو تحقیقات کر رهے هیں - میں نے اس مرقع کي نسبت ان سے دریافت کیا - ان کا جواب حسب ذیل تها :

" جس مرقع کا آپنے ذکر کیا هے (یعنے سوربن یونیورسٹي کا) وه اصل نهیں هے - اصلي مرقع کي نقل هے - اصلي مرقع اس کتب خانه میں (نیشنل لائبریري پیرس) میں محفوظ هے - یه مشکل هے که اس کي صحیح تاریخ معین کي جا سکے ' لیکن اس میں کوئي شک نهیں که سولهویں صدي میں یه مرقع موجود تها - کیونکه سنه ۱۵۸۹ - میں جب هینرخ Heinrich نے اپنا مجموعۂ تاریخ عرب نیپلز میں شائع کیا هے ' تو اس میں یه مرقع بهي درج کیا گیا تها - مرقع کے نیچے یه عبارت لکهي گئي تهي " بغداد کے خلیفه کے دربار میں شارلیمین کي سفارت — اِس مرقع کي نسبت خیال کیا جاتا هے که یه شارلیمین کے حکم سے طیار کیا گیا تها " مرقع کا جو نسخه بطور اصل کے اسوقت محفوظ هے ' غالباً وه بهي اصل نهیں هے - کسي دوسرے نسخه کي نقل هے - کیونکه اس میں بعض خاص طرح کے رنگ استعمال کیے گئے هیں ' اور اُن رنگوں ... صدي کے بعد شروع هوا ... * * * * ... سولهویں اور سترهویں صدي ... یه مرقع منجمله اُن تصاویر کے ... جن سے فرانس کے شاهي قصر ... جاتے تهے - قصر تویلري ... لیے یه مرقع ایوان ... تصویروں کي قد و قامت کے مطابق طیار کیا گیا تها ' جو اُسکي داهني اور بائیں دیواروں پر قدم آدم جنتي ترتیب دي گئي تهیں - میں اگرچه یه کهنے کے لیے کافي تاریخي تصریحات نهیں پاتا که یه مرقع اصلي هے ' تاهم اس کي تاریخي قدر و قیمت سے انکار نهیں کیا جا سکتا - کم از کم یه بات بالکل صاف هے که خود شارلیمین کے عهد کا هو یا نه هو ' لیکن سولهویں صدي سے پیشتر کا رائج و مشهور مرقع ضرور هے * * * ایک دوسرے واقعه سے بهي اس مرقع کي تاریخي حیثیت کي تصدیق هوتي هے - هارون الرشید نے اس سفارت کے جواب میں فرانسیسي سفیروں کے ساتهه اپنے خاص سفراء بهي بهیجے تهے ' اور ان کے ذریعه بیت المقدس کي طلائي کنجیاں اور بهت سے قیمتي تحائف روانه کیے تهے - انهي تحائف میں وه اپنے عهد کي عجیب و غریب گهڑي بهي تهي جس کا ذکر اُس عهد کے مورخ اے جي نارٹ Eginhart نے

مشرق کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتین

مصطفی فاضل باشا

اور لائحهٔ اصلاحیه

(اعلان حق اور امر بالمعروف کا ایک شاندار کارنامه)

انیسویں صدي کے وسط میں دولة عثمانیه کي سیاسي و اجتماعي اصلاحات کي جو حرکت شروع هوئي تهي ' عام طور پر اسکي ابتدائي تخم ریزي مرحوم مدحت پاشا کي طرف منسوب کي گئي هے - لیکن واقعه یه هے که مدحت پاشا اس روح تجدید کا داعي اول نه تها - اسے منظم و وسیع کرنے والا تها - ترکي اصلاح و تجدید کي اصلي تاریخ مصطفی فاضل پاشا سے شروع هوتي هے - في الحقیقت نوجوان ترکوں کي اجتماعي حرکت کا حقیقیي موسس وهي تها - .

(اصلاح کي ابتدائي فضا)

عثماني دارالخلافة میں جس شخص نے یورپ کے تمدني انقلاب کا پہلے پہل مطالعه کیا ' وه مصطفی رشید پاشا تها - امراء دولة میں یهي پہلا شخص هے جسنے یورپ کي زبانوں سے واقفیت حاصل کي - اسکي نشوونما سلطان محمود مصلح کے عهد میں هوي تهي - سنه ۱۸۳۹ع میں جب سلطان موصوف کا انتقال هوا اور سلطان عبدالمجید تخت نشین هوا ' تو یه لندن میں عثماني سفیر تها - سلطان عبدالمجید نے اس منصب سے ترقي دي اور وزارت خارجیه پر مامور کردیا - یه اسي شخص کي سعي کا نتیجه تها که اسي سال کے ماه جون میں دولة عثمانیه کي تنظیم و اصلاح کا وه تاریخي فرمان صادر هوا جو " خط گل خانه " کے نام سے مشهور هے - اسکا نام " گل خانه " اسلیے هوا که سراے " توپ قپو " کے چمنستان (گل خانه) میں اُس کا اعلان هوا تها - اس اعلان میں دولة کے قانوني اور منظم هونے کا یقین دلایا گیا تها - نیز مسلم اور ذمي کے حقوق کے مساوي هونے؛ اور هر طرح کے غیر قانوني امتیازات کے منسوخ کر دینے کا اعلان تها -

مصطفی رشید پاشا نے اپنے عهد وزارت میں تعلیمي و معاشرتي اصلاحات کي جو روح پیدا کی تهي ' اُس کا نتیجه یه تها که ایک قلیل جماعت نئے تعلیم یافته افراد کي پیدا هوگئي - ان میں سب سے زیاده نامور شخص دو هوے : عالي پاشا اور فواد پاشا - دونوں نے صدارت و نظارت کے مناصب تک ترقي کي ' اور اپنے عهد کے مشاهیر مدبرین میں شمار کیے گئے - سلطان عبدالمجید کے عهد کے تمام اجراآت اصلاحیه کي باعث و کارفرما شخصیتیں یهي تهیں - معاهدۂ پیریس (۳۰- مارچ سنه ۱۸۴٦) میں دولة عثمانیه کو جو کامیابي هوي ' اور انگلستان ' فرانس ' اور اٹلي نے روس کے برخلاف ساتهه دیا ' وه بهت کچهه انهي دونوں کي مساعي کا نتیجه تها - معاهدۂ پیرس کے بعد هي تاریخ اصلاح عثماني کا دوسرا فرمان شائع هوا تها جو " خط شریف " کے نام سے پکارا جاتا هے - اس میں " خط گل خانه " کي مزید تائید کي گئي تهي ' اور تمام رعایا کي آزادي حقوق کے احترام کا یقین دلایا گیا تها - یه بهي تمام تر فواد اور عالي هي کي مساعي کا نتیجه تها -

(مصطفی فاضل)

مصطفی رشید ' فواد ' اور عالي پاشا نے اصلاح و تغیر کیلیے فضا پیدا کردي ' مگر جماعت پیدا کرنے کا کام بعد کو هونے والا تها - یه مصطفی فاضل پاشا کي شخصیت تهي ' جس نے اس نئي فضا کو نشوونما دي ' اور " نوجوان " ترکوں کي جمعیت کا اولین سنگ بنیاد رکهدیا - مدحت پاشا بعد کو آیا تا که اپنے عظیم اعمال اور عظیم قرباني سے اُس سنگ بنیاد پر ایک نئي عمارت چن دے !

مصطفی فاضل پاشا محمد علي باني خاندان خدیویۂ مصر کا پوتا اور ابراهیم پاشا فاتح حجاز و شام کا بیٹا تها - سنه ۱۸۳۰ع میں پیدا هوا اور مصر میں تعلیم و تربیت حاصل کي - مصر میں محمد علي کے زمانے سے مغربي علوم و السنه کي اهمیت کا احساس عام هو چلا تها ' اور خاندان خدیوي کے تمام افراد فرانسیسي زبان کي تعلیم حاصل کرنے لگے تهے - مصطفی فاضل کو بهي اسکا موقعه ملا - اس طرح مغربي علوم و تمدن کے فهم و مطالعه کا دروازه اُس پر کهل گیا - ابهي سلطان عبدالمجید هي کا زمانه تها که وه قسطنطنیه آیا ' اور چند سالوں کے بعد جب سلطان عبدالعزیز تخت نشین هوا ' تو نظارت معارف (تعلیم) کا ناظر مقرر هوگیا - پهر کچهه دنوں کے بعد جب مالییات کي وزارت کي جگه خالي هوي ' تو حکومت کي نظر انتخاب اسي پر پڑي -

(لائحه اصلاحیه)

یه وه وقت تها ' جبکه دولة عثمانیه کي زوال پذیر هستي کي حفاظت کیلیے اصلاح و علاج کي آخري مهلت درپیش تهي ' اور قریب تها که همیشه کیلیے اُسکي شش صد ساله عظمت و جلال کي دیواریں سر نگوں هوجائیں - سلطان محمود مصلح نے نئي اصلاحات کي بنیاد رکهي - سلطان عبدالمجید نے اسے بلند کرنا چاها - اگر سلطان عبدالعزیز کا وجود بهي اس سلسلۂ اصلاح کي تیسري کڑي

کیا هے - اس عرب سفارت کے ورود و استقبال کا ایک ایسا هي مرقع فرانس میں موجود هے جیسا یه زیر بحث مرقع هے - اس مرقع میں شارلیمین کو اس کے دربار میں دکهایا گیا هے اور عرب سفیر اس حالت میں نمایاں هیں که اپنے تحائف پیش کررهے هیں - اس سے صاف طور پر یه بات واضح هو جاتي هے که واقعۂ سفارت کے دونوں درباروں کي تصویریں به یک وقت طیار کي گئي تهیں - اور عجب نهیں خود شارلیمین کے حکم سے طیار کي گئي هوں - یه دوسرا مرقع پیرس کي مشهور عمارت پنتهیوں Pantheon کي دیواروں پر اس وقت تک موجود هے - یهاں شارلیمین کے عهد کے مختلف مرقع دکهائے گئے هیں ' من جمله ان کے عربي سفارت کا استقبال بهي هے "

اس مرقع کي نقل هدیۂ قارئین هے -

ہوتا، تو بہت ممکن تھا کہ اصلاح و تجدد کی راہیں باز ہو جاتیں۔ لیکن عبدالعزیز کے مجنونانہ استبداد نے جسکے ساتھ شخصی حکمرانی کے تمام عیش پرستانہ عناصر فساد بھی جمع ہوگئے تھے، اصلاح حال کے تمام دروازے مسدود کر دیے۔ خزانہ بالکل خالی تھا۔ یورپ سے قرضوں پر قرض لیے جا رہے تھے۔ مالیات کے بہترین وسائل مکفول ہوگئے تھے۔ روس نے پیٹرسبرگ سے سرائے دولمہ باغیچہ تک اپنی مخفی سازشوں کا جال بچھا دیا تھا۔ روسی سفیر جنرل اگناتیف کا اقتدار روز بروز بڑھ رہا تھا، اور سلطان اپنے تمام معاملات میں اسی کے مشوروں پر کار بند تھا۔ سلطان کا تمام وقت محل کی عیش پرستیوں میں صرف ہوتا۔ بسا اوقات ایک ایک مہینے تک وزراء حکومت کو بار یابی کا موقعہ نہیں ملتا۔ شخصی حکومتوں کا قدرتی مزاج ہی شخصی انانیت اور مستبدانہ قہر و جبر رہا ہے۔ پھر اگر خصوصیت کے ساتھ اسکا کوئی حکمران "مستبد" ہو جائے، تو ظاہر ہے، اسکا استبداد کس درجہ لا علاج اور بے پناہ ہوگا؟ تمام ترک اہل قلم متفق ہیں کہ عبدالعزیز اپنے تمام پچھلے مستبد حکمرانوں سے بھی زیادہ مستبد تھا۔ کوئی بات بھی اسے اسدرجہ طیش و غضب میں نہیں لاتی تھی جسقدر اس بات کا تصور، کہ دنیا کی کوئی مخلوق اسے "مشورہ" دینا چاہتی ہے، یا نصیحت کرنے کی جرأت رکھتی ہے۔ ابتدا میں جو لوگ بھولے سے کوئی ایسی جرأت کر بیٹھے، انہیں فوراً اسکی سزا بھگتنی پڑی۔ اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ کارخانۂ سلطنت روز بروز درہم برہم ہو رہا تھا اور آنے والے خطرے کے آثار قریب سے قریب تر ہونے لگے تھے۔ یہ حالت جاری تھی، مگر ہر طرف غفلت و اعراض کا سناٹا چھایا تھا۔ کوئی صدا نہ تھی جو کلمۂ حق و اصلاح سے آشنا ہوتی!

لیکن غفلت و افساد کے اس سکون میں بالآخر جنبش ہوئی، اور دولۃ عثمانیہ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ دعوت الی الحق کی بے خوف صدا بلند ہوئی۔ یہ مصطفیٰ فاضل کی صدا تھی۔ وہ صدائے حق، جسے نہ تو سلطان عبدالعزیز کی سطوت و جبروت روک سکی، نہ امارت و وزارت کے مطامع مانع آسکے!

تاریخ میں یہ صدائے اصلاح "لائحۂ اصلاحیہ" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ دراصل ایک مکتوب ہے جو سلطان عبدالعزیز کے نام لکھا گیا تھا۔ مصطفیٰ فاضل نے یہ مکتوب سنہ ۱۸۶۷ میں لکھا، اور بذات خاص سلطان کے حوالہ کیا۔ لوگوں کو جب اس جسارت کا حال معلوم ہوا تو شدت تحیر سے انگشت بدندان رہگئے۔ دولۃ عثمانیہ کی تاریخ میں یہ بالکل ایک نئی قسم کی جسارت تھی۔ ایسی جسارت جسکی مصطفیٰ رشید، فواد پاشا، اور عالی پاشا جیسے مصلحین بھی جرأت نہیں کرسکتے تھے!

سلطان عبدالعزیز نے یہ لائحہ پڑھا، اور وہی نتیجہ نکلا جو متوقع تھا۔ مصطفیٰ فاضل کو قسطنطنیہ سے ہجرت کرنی پڑی۔ وہ پیرس آیا اور ایک مدت تک کیلیے یہاں مقیم ہوگیا۔ مصطفیٰ فاضل کے اسی قیام پیرس سے نوجوان ترک جماعت کی سب سے پہلی بنیاد پڑی۔ قسطنطنیہ کے متعدد نوجوان بتدریج پیرس چلے آئے، اور مصطفیٰ فاضل کی امداد و سرپرستی میں متحدہ زندگی بسر کرنے لگے۔ اس عہد کے وہ تمام اصلاح پسند افراد جنہوں نے نہ صرف دولۃ عثمانیہ کیلیے سیاسی انقلاب کی تخم ریزی کی، بلکہ ترکی علم ادب و کتابت میں بھی دور جدید کی بنیاد ڈالی، اسی عہد کی پیداوار ہیں۔ نامق کمال بے، ضیا پاشا ادیب، سعد اللہ پاشا، ابوالضیا توفیق، وغیرہم کی نشوو نما اسی دور میں ہوئی۔

مصطفیٰ فاضل کو اس جسارت کا صلہ صرف مہاجرت ہی کی صورت میں نہیں ملا، بلکہ اسکی تمام ترکی جائداد بھی ضبط کرلی گئی۔ اگر فرانسیسی حکومت درمیان نہ پڑتی، تو شاید مصری جائداد سے بھی محروم ہو جاتا۔

مصطفیٰ فاضل کا لائحہ، تاریخ شرق جدید کا ایک اہم واقعہ ہے۔ جس جرأت و صراحت کے ساتھ وقت کے ایک مستبد سلطان کو مخاطب کیا گیا ہے، اور استبداد و شخصیت کی جگہ آزادی و شوریٰ کی دعوت دی گئی ہے، اس کی کوئی دوسری نظیر اس عہد میں نہیں مل سکتی۔ ہم چاہتے ہیں یہ پورا لائحہ اردو میں منتقل ہو جائے، کیونکہ یہ تاریخ شرق جدید کی ایک قیمتی دستاویز ہے۔

(مسئلہ اصلاح اور ایک اصل مہم)

یہ موقعہ تفصیل کا نہیں لیکن اشارہ نا گزیر ہے۔ دولۃ عثمانیہ میں سلطان مصلح کے عہد سے لیکر سلطان عبد الحمید خان تک اصلاح و تجدید کی جس قدر حرکتیں ظہور میں آئیں، وہ اگرچہ اس اعتبار سے قابل احترام ہیں کہ استبداد و فساد کے مقابلہ میں حریت و اصلاح کی طلبگار تھیں، لیکن ساتھ ہی یہ واقعہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ انکی بنیاد میں یورپ کی عامیانہ تقلید و محاکات کے سوا کوئی مجتہدانہ بصیرت موجود نہ تھی۔

صدیوں سے اسلام کی حقیقی دینی روح مفقود ہو چکی تھی۔ اسلام کے حقیقی سرچشمۂ شرع و تعلیم کی جگہ طرح طرح کے انسانی ساخت کے نئے سر چشمے پھوٹ نکلے تھے، اور اجتہاد و نظر کی جگہ تقلید و جمود کی بنیادیں استوار ہوگئی تھیں۔ ضرورت تھی کہ ایسے اصحاب نظر و بصیرت پیدا ہوتے، جو سب سے پہلے امت کے دینی مزاج کی درستگی کی کوشش کرتے جس کے بغیر حکومتوں کا حاکمانہ مزاج بھی درست نہیں ہو سکتا تھا۔ اس اصلاح کے بعد یورپ کے علمی و صناعی فوائد کے اخذ و اختیار کی راہ خود بخود کھل جاتی۔ البتہ بصیرت و اعتبار کے ساتھ کھلتی۔ تقلید و کورچشمی کے ساتھ نہ کھلتی۔ لیکن افسوس ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ دولۃ عثمانیہ میں ایسے علماء نا پید تھے اور ہمیشہ نا پید رہے جو صاحب نظر و بصیرت ہوں۔ امراء و حکام جہل و اوہام کی تاریکی میں گم تھے۔ اتفاقات نے چند شخصیتیں پیدا کر دیں جنہیں یورپ کے علوم و لغات سے آشنا ہونے کا موقعہ مل گیا۔ یہ اپنی کسی بصیرت و روشنی کی بنا پر نہیں بلکہ محض تقلید کی راہ سے استبداد و جہل کی مضرتوں پر مطلع ہوئے، اور اصلاح و انقلاب کی سعی شروع کردی۔ سعی صحیح تھی، بروقت تھی، لیکن ساعی بصیرت و نظر سے محروم تھے۔ مرض کا احساس غلط نہ تھا، لیکن نہ تو تشخیص کامل تھی، نہ علاج ہی صحیح تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس راہ میں جس قدر قدم بھی اٹھے، وہ اگرچہ اکثر حالتوں میں اصلاً غلط نہ تھے، لیکن مجتہدانہ بصیرت و نظر کے فقدان سے کوئی صحیح انقلاب صورت حال میں پیدا نہ کر سکے، اور شرح اس اجمال کی بہت طولانی ہے۔

بہر حال بحث و نظر کا یہ مقام دوسرا ہے۔ اس کے فہم و ذوق کے لیے دوسری قسم کی صحبتیں مطلوب ہیں۔ یہاں جو حقیقت قلم بند کرنی ہے یہ ہے، کہ گذشتہ صدی کے مشرقی مصلحین کی تاریخ میں مصطفیٰ فاضل پاشا کو اصلاح و انقلاب ترکیہ کے بانی و داعی ہونے کا شرف حاصل ہے، اور اسکا یادگار کارنامہ "لائحۂ اصلاحیہ" ہے:

(مصطفی فاضل کا لائحہ)

اعلی حضرت !

کلمۂ حق بادشاہوں اور حکمرانوں تک پہنچنا ' بہت مشکل ہے - درباری اُس پر پردہ ڈالتے اور اُسے چھپاتے ہیں - بادشاہ فرمانروائی کے نشہ میں مخمور اور سلطنت کی لذتوں میں غرق ' راہ صواب سے غافل ہو جاتے ہیں -

وہ خیال کرتے ہیں کہ قومیں اپنے ہی کرتوت سے پریشانی میں پڑتی ہیں - اور اپنی ہی غفلت سے پستی میں گرتی ہیں - سلطنتیں جب برباد ہوتی ہیں ' تو قضاء و قدر کے بے روک ہاتھوں ہی سے برباد ہوتی ہیں -

واقعات کو رو در رو دیکھنے اور اوہام کو اوہام سمجھنے کے لیے انسان کو بڑے ہی اخلاص اور بڑی ہی جرأت کی ضرورت ہے - بادشاہ تک بے کم و کاست حقیقت پہنچانے کے لیے اور بھی زیادہ اخلاص و جرأت کی ضرورت ہے -

میرے آقا ! یہ اخلاص کبھی میرے دل سے جدا نہیں ہوا - خود اعلی حضرت سلطان اِس کے شاہد ہیں - وہ لوگ بھی اِس سے ناواقف نہیں جو میری جلا وطنی کا سبب ہوے ہیں - بلاشبہ زمانے نے مجھے موقعہ نہیں دیا کہ روشن کارناموں سے اعلی حضرت کی ذات شاہانہ سے اپنی عقیدت ثابت کرتا اور اپنی قوم کی فلاح و بہبود — اگر یہ نہ کہوں کہ اُس کے احیا — کے ارادے پورے کرسکتا - لیکن میں پہلا آدمی ہوں جس نے اعلی حضرت کے سامنے شاہی حکومت کے عیوب بے پردہ کرنے اور وطن عزیز کے مصائب پیش کرنے کی جرأت کی ہے - یہ اس لیے کہ میرا دماغ اعلی حضرت اور سلطنت عثمانیہ کی خدمت کے لیے سراسر وقف ہے - مجھے اعلی حضرت کے عرش سے جو عقیدت و وابستگی ہے ' اور وطن محبوب سے جو محبت و وارفتگی ہے ' اُسی نے مجھہ میں یہ قوت پیدا کردی ہے کہ بے خوف و خطر اُن مصائب و آلام پر نظر ڈالوں جو ہمیں رات کی تاریکی اور دن کی روشنی میں پیش آ رہے ہیں - حضور کے اخلاق عالیہ پر میرا یقین مجھے ہمت دلاتا ہے کہ اُن مصائب کی تشریح کروں - کوئی ایک بھی مخفی نہ رکھوں - سب کو صاف صاف ظاہر کردوں - پھر وہ علاج عرض کروں جو ہمیں شفا بخش سکتا ہے ' بشرطیکہ اُس کے استعمال سے پہلے وقت نکل نہ جائے -

میرے آقا ! آپ کی مسیحی رعایا کی جانب سے جس سرکشی کا برابر اظہار ہوتا رہتا ہے ' وہ یقیناً ' ہمارے اجنبی دشمنوں کی شرارت کا نتیجہ ہے - لیکن وہ اِس امر کی بھی دلیل ہے کہ اعلی حضرت کی حکومت کا برتاؤ اپنی تمام رعایا کے ساتھہ کوئی عمدہ برتاؤ نہیں ہے - اِس برتاؤ میں اگر حکومت پہلے معذور تھی تو یقیناً اب اُسے برقرار رکھنے میں اُس کے لیے کوئی عذر نہیں ہوسکتا - کیونکہ اِس مسلک کا ثمرہ ' ظلم کے سوا کچھہ نہیں ہے - جہل ' اُس سے پھیلتا ہے ' فقر و فاقہ اور شر و فساد بھی اُس سے پیدائش ہوتی ہے -

یورپ خیال کرتا ہے کہ سلطنت عثمانیہ میں صرف مسیحی رعایا ہی ظلم و تذلیل کے لیے منتخب کرلی گئی ہے حالانکہ یہ سخت غلطی ہے - مسلمان ' جن کی حمایت پر کوئی یورپین سلطنت نہیں ' مسیحیوں سے زیادہ ظلم اُٹھا رہے ہیں - اُن کے مصائب و آلام کہیں زیادہ ہیں - وہ اِیک محض اِس لیے صبر کیے بیٹھے ہیں کہ قضاء و قدر پر اُن کا پختہ ایمان ہے - صبر و سکون کے عادی ہیں - نفس بلند رکھتے ہیں - اُن کی یہ صفات ' یورپین تخیل سے بہت بلند ہیں - اِس لیے یورپ والے اُنہیں سمجھہ نہیں سکتے - پھر یہ مسلمان اُن شریف اور اولو العزم اسلاف کی نسل ہیں جو فرمانروائی کے تخت پر جلوہ گر ہوچکے ہیں - سلطنت سے اُنکا اخلاص ' قرآن پر اُن کے ایمان سے مل کر ایسا راسخ ہوگیا ہے کہ ابتک اُس میں تزلزل پیدا نہیں ہوا - لیکن اعلی حضرت اپنے مخلص ترین خادم کو یہ عرض کرنے کی اجازت دیں کہ اب مسلمانوں کا بھی پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا ہے - مصیبت آخری حد تک پہنچ چکی ہے - آلام نے اُن کا جسم کہا ڈالا ہے - اپنا غم و غصہ چھپانے کی اب اُن میں قدرت باقی نہیں رہی - یقیناً حضور والا کے خاندان اور قوم کے لیے یہ سخت خطرہ ہے کہ رعایا ' یاس و نا اُمیدی کا شکار ہوجائے -

مخلوق پر ظلم بہت سخت ہوگیا ہے - آپ یقیناً اُس سے متنفر ہیں ' اور میں یقین کرتا ہوں کہ آپ کی اُمت کے عظماء و اکابر بھی اُس سے بیزار ہیں - لیکن وہ مجموعی حکومت کا ایک لازمی نتیجہ ہے - حتی کہ خود اعلی حضرت بھی ' جنکی قوت معلوم اور سطوت مشہور ہے ' شاید اُسے روکنے کی قدرت نہیں رکھتے - کیونکہ اُس کی خبر سمع مبارک تک پہنچتی ہی نہیں - حالانکہ وہ اِس اُمت کی مردانگی تباہ کر رہا ہے - اُس کی شخصیت گرا رہا ہے ' اُس کے فضائل برباد کر رہا ہے -

میرے آقا ! آپ کی رعایا میں ایسے مخلص افراد موجود ہیں جن کے دل یہ دیکھکر حسرت سے پگھلے جاتے ہیں کہ یہ اُمت — جو ہماری عزت و فخر ہے — کس طرح نسل کی کمی اور ہجرت کی زیادتی کی وجہ سے کمزور و کم تعداد ہوتی چلی جا رہی ہے - لیکن میں اس سے خائف نہیں ہوں - ممکن ہے اِس میں ہمارے فوجی نظام کو بھی کچھہ دخل ہو - لیکن جس چیز سے میں ڈرتا ہوں اور جسے روز بروز قریب آتے دیکھتا ہوں ' وہ یہ ہے کہ ہم مغلوب قوموں کے مشابہہ ہوتے جاتے ہیں - روز بروز ہماری معنویت کمزور ہو رہی ہے اور یہ مرض قوم کے تمام طبقوں میں عام ہوتا جاتا ہے -

میرے آقا ! ہمارے اسلاف نے چار صدی پہلے مشرق کی رومن شہنشاہت تہہ و بالا کر ڈالی ' عروس البلاد اور ملکۂ جہاں ' قسطنطنیہ میں اپنے قدم گاڑ دیے ' اور وہ فتح عظیم حاصل کی جو تاریخ میں ایک عظیم ترین کارنامہ شمار کی جاتی ہے - لیکن اِس حیرت انگیز کامیابی کا راز کیا تھا ؟ صرف دین کا اعتقاد اور جنگ میں شجاعت ہی نہ تھی - اُن کی وہ اولو العزمی اور بہادری ' درحقیقت ' اُن کی معنویت ہی کا ایک جلوہ تھا - وہ اپنے سرداروں کی اطاعت ' خوش دلی سے کرتے تھے ' نہ کہ خوف اور مجبوری سے - یہی وجہ تھی کہ ذلت اُن پر قابو نہ پاسکی - عقل پر اندھی تابعداری غالب نہ آسکی - اُنکی خود داری برابر باقی رہی - استقلال ذاتی نے اُن کا ساتھہ نہ چھوڑا - اطاعت نظام (ڈسپلن) کی روح ' عزت نفس کی روح سے مل گئی تھی - دونوں روحیں ' مضبوط اخلاق کی بنیادوں پر قائم تھیں - فضیلت نے اُنمیں گھر کرلیا تھا - اس لیے اُنھوں نے وہ عظیم سلطنت اُلٹ ڈالی جسے استبداد کی رذیلتیں گھن کی طرح لگ گئی تھیں ' اور ظلم و جور نے اُس کی تمام چولیں ہلا ڈالی تھیں -

بلاشبہ ' مضبوط اخلاق هي إس وجود میں تنہا ایک قوت نہیں ہے - کیونکہ یہاں جرائم کي بھي جرار فوجیں کھڑي هیں ' اور گناهوں کے تخت بھي بچھے هیں - لیکن یہ یقیني ہے کہ مضبوط اخلاق ' ایک مستحکم و راسخ بنیاد ضرور ہے - اُس کے بغیر کوئي سلطنت قائم نہیں هوسکتي - جب وہ کسي قوم کا ساتھہ چھوڑ دیتا ہے ' تو اُس قوم کي اجتماعي عمارت بھي گر پڑتي ہے - اُس کا یہ خاصہ عجیب ہے کہ جوں جوں اُس کي فتوحات میں وسعت هوتي ہے ' اُس کا دائرہ بھي وسیع و عظیم هوتا جاتا ہے - برخلاف دوسري قوموں کے جو امتداد زمانہ سے کمزور هو جاتیں اور کامیابي کے بعد فنا هونے لگتي هیں -

اعلی حضرت کي عظمت اور وطن کي عزت کے تمام خیر خواہ ' انتہائي رنج و ملال سے دیکھہ رہے هیں کہ قوم کي شہامت ' زائل هو رهي ہے اور اُسکي شرافت و خودداري ختم هوتي جاتي ہے - یہ اعلي صفات ' قوم میں کیونکر باقي رہ سکتي هیں ' اگرچہ کتني هي راسخ هوں ' جبکہ مسیحي رعایا کے ساتھہ مسلمان بھي گونا گوں ذلتوں کا نشانہ بنے هوئے هیں اور هر قسم کي دنائت کے گھونٹ اُنھیں زبردستي پلائے جارہے هیں ؟ مسلمان اور عیسائي ' حضور والا کي تمام رعایا ' حکام کے ظلم و جور سے چیخ رهي ہے - یہ حکام وہ هیں جو حضور کے برائے نام فرمانبردار هیں - اعلي حضرت کو کیا معلوم کہ وہ شاهي احکام قوم میں جاري کرتے هیں یا اپني هوا و هوس سے کام لیتے هیں !

آپ کي سلطنت ' عام رائے سے خالی ہے - نتیجہ یہ ہے کہ آپ کے عمال ' رعایا کے سامنے جواب دہ نہیں هیں - إس کے معنے یہ هیں کہ خود حضور کے عرش معلی کے رو برو بھي ذمہ دار اور جواب دہ نہیں هیں ' کیونکہ کوئي شخص بھي اُن کي شکایت عتبات عالیہ تک پہنچانے کي قدرت نہیں رکھتا ' اور چونکہ اُن کے جرائم ذات شاهانہ کے علم میں نہیں آسکتے ' إس لیے اُن سے باز پرس بھي نہیں هوسکتي - لہذا وہ بالکل نڈر هوگئے هیں - رعیت پر دست درازي میں بے باک هیں - هر قسم کي برائیاں کھلے بندھوں کر رہے هیں - باشندے دو گروهوں پر منقسم هوگئے هیں : ظالم حاکم ' کوئي نہیں جو اُن کا هاتھہ پکڑے - مظلوم رعایا ' کوئي نہیں جو اُس پر ترس کھالے - حاکم ' جس کا دعوی ہے کہ اُس کي قوت ' خود سلطان کي قوت ہے ' لہذا بے روک اور بے قید ہے - وہ إس قوت کي گھمنڈ میں جملہ معائب و نقائص سے آلودہ هوتا ہے - محکوم ' جس کا کام یہ رہ گیا ہے کہ ذلت کے تاریک غار میں برابر گرتا چلا جائے - حکام ' جنھوں نے رعایا کے لبوں پر قفل چڑھا دیے هیں - اگر کبھي کسي کے منہ سے فریاد کي چیخ بلند هوجاتي ہے تو یہ حکام اُسے بغاوت قرار دے دیتے هیں - لہذا تمام رعایا ' نا اُمیدي میں پڑگئي ہے - بے حساب ظلم و جور کے نیچے دبي ہے ' مگر خوف سے چپ ہے - ظالم کے هاتھہ اُس کا گلا دابے هوئے هیں ' اور اعلي حضرت سے مخفي نہیں کہ ظلم دلوں میں فساد پیدا کر دیتا اور عقلوں میں فتور ڈال دیتا ہے -

ترکوں کي رگوں میں پاک اور بے میل خون موج زن ہے - یقیناً هم وطن سے بے حد محبت کرتے هیں - حب الوطني ' هماري همتیں بلند کرتي ہے ' بڑي سے بڑي قربانیاں بھي هم پر آسان کردیتي ہے - هم بہادر سپاهي هیں ' موت سے نہیں ڈرتے - هم میں وقار ہے اور همارے اسلاف سے همیں میراث میں ملا ہے - همارا امتیازي وصف ' صمیم اخلاص ہے - یہي اخلاص همیں آمادہ کرتا ہے کہ شرارت کو جملہ محاسن پر ترجیح دیں - لیکن کیا یہ صفات حمیدہ هم میں زیادہ مدت تک باقي رهینگي ؟ کیا هم خیر و شر کے إس تصادم کا همیشہ یونہي مقابلہ کرتے رهینگے ؟

میرے آقا ! جس دن یہ اخلاق هم سے رخصت هو جائینگے ' اُسي دن هماري موت بھي نازل هو جائیگي - هم کسي کو بھي اپنا حامي و مددگار نہ پائینگے -

کاش هماري مصیبت ' صرف همارے معنوي انحطاط هي پر ختم هو جاتي اور إس جہل عمیم اور فساد عظیم تک نہ پہنچتي جو همارے تمام عقلي قوی تباہ کر رہا ہے -

میرے آقا ! جب همارے اسلاف یورپ میں اُترے ' تو اُن کے پاس علم کي کوئي روشني بھي نہ تھي - لیکن وہ ذوق سلیم رکھتے تھے - یہ ذوق اُن میں قوت و جرأت پیدا کرتا تھا ' جیسا کہ تمام پاک اور بلند نفسوں کا خاصہ ہے - وہ علم نہیں رکھتے تھے ' مگر عقل کے مالک تھے - وہ عقل جو حرکت پسند کرتي ' جمود سے نفرت کرتي ' اور رذالت سے کراهت رکھتي ہے - وہ اُن لوگوں سے بالکل مختلف تھے جو همارے هراول دیکھتے هي بھاگ کھڑے هوئے تھے - واحسرتا افسوس ! عقلیں ' اُس حکومت کے زیر سایہ مفلوج هوجاتي هیں ' جس میں انفرادي همت کے لیے کوئي گنجائش نہیں هوتي !

میرے آقا ! آپ کي رعایا میں ترک سب سے زیادہ استبداد سے متاثر هوتے هیں - کیونکہ یہ استبداد اُن کي فطري استقامت نفس اور خود داري سے میل نہیں کھاتا - هم ترکوں میں وہ شرمناک قابلیت ذرا بھي موجود نہیں جو بیزنطیني عیاشوں میں تھي - اُن کي حالت یہ تھي کہ عقل و فطنت رکھتے تھے مگر نہ ذلت سے گریز کرتے تھے نہ مطلق العنان حکومت سے نفرت رکھتے تھے - هم بالکل سادہ دل پیدا هوئے تھے - همارے خیالات کي سادگي پر دنیا کو حیرت تھي - لیکن جب همارے خیالات هم سے چھین لیے گئے تو هم مخبوط الحواس هوگئے - عقل کي نعمت سے محروم هوگئے - اگر یہي حالت جاري رهي تو ایک دن آئیگا جب هم میں حکمراني کي صلاحیت باقي نہ رہے گي - کوئي ایک آدمي بھي ایسا نہ ملیگا جو انتظام سنبھال سکے -

حضور والا ! هم اب ایک ایسے زمانے میں هیں جس میں عزت اُسي کو مل سکتي ہے ' جس کی عقل بڑي اور علم زیادہ هو - یہي باعث ہے کہ تمام یورپ میں علم کا غلغلہ بلند ہے اور تمام قوتیں اُس پر صرف هو رهي هیں - کوئي حکومت بھي إس کے فکر و اهتمام سے خالي نہیں ہے - سوئٹزرلینڈ میں ایک آدمي بھي اَن پڑھ دکھائي نہیں دیتا - انگلستان میں (جس پر مٹھي بھر امرا حکومت کرتے تھے مگر اب اپنے امتیازات سے دست بردار هوتے جاتے هیں) ۲۵ - برس سے اشاعت تعلیم کي عظیم الشان کوششیں هو رهي هیں - مجھے یقین ہے کہ پروشیا نے آسٹریا پر صرف إس سبب سے فتح پائي ہے کہ وہ مغلوب سے علم میں زیادہ تھي - کیا همارے لیے روا ہے کہ اپنے عقلي انحطاط پر قانع رهیں ' حالانکہ همارے گرد یورپ ' عقلي ارتقاء کے لیے اَن تھک کوششیں کر رہا ہے ؟

میں إس خیال سے پناہ مانگتا هوں کہ اعلی حضرت اشاعت تعلیم کے لیے صرف مدارس کي کثرت کافي تصور فرمائیں - وہ محل کس کام کے جنھیں مکین نہ ملیں ؟ اُن مدارس سے کیا فائدہ جن میں ذلت و خواري کي اولاد تربیت پائے ؟

برید فرنگ

آزادی ' قوموں کے لیے اولین مربی ہے - آزادی ہی تمام دوسرے مربیوں کو پیدا کرتی ہے - کوئی مربی بھی آزادی کا قائم مقام نہیں ہوسکتا - کوئی مربی بھی آزادی کا عمل انجام نہیں دے سکتا - غلام قومیں علم کی تحقیر کرتی ہیں ' کیونکہ علم انہیں کچھہ بھی فائدہ نہیں پہنچاتا - قومیں اسی وقت علم کی طرف راغب ہوتی ہیں ' جب انہیں اپنے حقوق کی جانب سے اطمینان ہوجاتا ہے - وہ علم اس لیے حاصل کرتی ہیں کہ اپنے حقوق سے فائدہ اٹھائیں - اور بہتر سے بہتر اور زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں - جو جاہل اور غلام قوم ' بزدل ہوتی ہے یا خائن -

اعلی حضرت ! اس وقت ہماری مصیبت صرف یہی نہیں ہے کہ ہم معنوی کمزوری اور عقلی فساد میں مبتلا ہیں - ہماری مصیبت اس سے بھی بڑی ہے - ہم ہر جگہ ایک جبار و قہار دشمن کو اپنے سامنے پاتے ہیں - وہ بے رحم دشمن ' ہمارا افلاس ہے - حضور نے کتنی مرتبہ اپنے خزانے خالی دیکھے ؟ کتنی مرتبہ تنخواہیں تقسیم کرنے کے لیے روپیہ موجود نہ پا کر رنجیدہ ہوئے ؟ آپ کا رحیم قلب یہ سونچ کر ہمیشہ کس قدر اداس ہوتا رہا ہے کہ عمال سلطنت کی تنخواہیں بہت حقیر ہیں ؟ یہ اس لیے کہ حضور جانتے ہیں ' مشرقی عہدہ دار جب تنخواہ کافی نہیں پاتے ' تو رشوت خوار ہو جاتے ہیں - رعایا میں لوٹ کھسوٹ شروع کر دیتے ہیں - لیکن سلطنت کے خزانے خالی ہونے پر ہمیں اتنا افسوس نہیں جتنا رعایا کی غربت کا افسوس ہے - کیونکہ سرکاری خزانہ محض اس لیے خالی رہتا ہے کہ رعایا غریب ہے - رعایا کا افلاس ' ایک عظیم ترین خطرہ ہے -

دنیا کی حکمتوں میں صرف اعلی حضرت ہی کی حکومت ایسی ہے جو اتنے قلیل خراج پر زندہ ہے - حضور کی سلطنت نہایت عظیم ' وسیع ' اور آباد ہے - تعجب ہے کہ رعایا اتنا قلیل خراج بھی ادا نہیں کر سکتی ! لیکن ہمارا یہ تعجب باقی نہیں رہتا جب ہم دیکھتے ہیں کہ خراج جمع کرنے کا طریقہ ' ایک بد ترین طریقہ ہے - ہماری قوم ' بہت ہی کم کام کرتی ہے - وہ ہر ہنر سے جاہل ہے - یہی وجہ ہے کہ فقر و فاقہ میں مبتلا ہے اور حکومت کا خراج ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتی - حالانکہ دوسرے ملکوں کی رعایا ہم سے بہت زیادہ خراج بخوشی ادا کر دیتی ہے -

اعلی حضرت کی سلطنت میں ہر چیز کو زوال آگیا ہے : زراعت تجارت ' صنعت ' کوئی چیز بھی تباہی سے نہ بچی - ہم پیدا کرنے کے طریقے بالکل بھول گئے ہیں اور اپنے فقر و فاقہ کے مشاہدہ پر قانع ہیں - فقر کی ہیبتناک صورت ہمارے سامنے ہے - ہم اس کی دہشت سے ہمت و جرأت کا کوئی کام کر ہی نہیں سکتے -

بد نصیب کروڑ پتی

(کیا دولت ' حسرت کا سبب ہے ؟)

(دولت جمع کرنے کے لیے ہے یا خرچ کیلیے ؟)

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ دولت مند ' خوش نصیب ہیں - اور فقر و فاقے میں مبتلا انسان بد نصیب - لیکن یہ کوئی قاعدۂ کلیہ نہیں ہے - کیونکہ بہت سے کروڑ پتی ' انتہاء درجہ بد نصیبی کی زندگی بسر کر رہے ہیں - اور بہت سے نان شبینہ کے محتاج ہیں جنھیں مسرت و سعادت کی زندگی حاصل ہے !

حال میں مسٹر چارلس ولنت نے جو ایک مشہور امریکن کروڑ پتی ہیں ' اس موضوع پر ایک مضمون شایع کیا ہے - وہ اس لائق ہے کہ مفلس اور امیر ' دونوں اسے غور سے پڑھیں -

وہ لکھتے ہیں :

دولت ' مسرت و سعادت کے لیے کوئی لازمی شرط نہیں ہے - کیونکہ مسرت ' در حقیقت خود اس شخص پر موقوف ہوتی ہے جو اس کا متمنی ہوتا ہے - میں بہت سے کروڑ پتیوں سے واقف ہوں - یہ دنیا کے سب سے زیادہ بد نصیب انسان ہیں - لیکن بہت سے ایسے مفلس انسانوں کو بھی جانتا ہوں جو نہایت پر مسرت زندگی بسر کر رہے ہیں !

مجرد دولت سے اسی شخص کو مسرت حاصل ہو سکتی ہے جو حد سے زیادہ طماع اور صرف مال کا حریص ہو - ورنہ محض دولت کے جمع ہوجانے سے ہرگز لازم نہیں آتا کہ مسرت بھی جمع ہو جائے -

دولت سے وہی شخص مسرت حاصل کر سکتا ہے جو صرف اس کا جمع کرنا ہی نہیں جانتا ' بلکہ خرچ کرنا بھی جانتا ہے - میرے خیال میں وہی دولت مند ' مسرت و سعادت محسوس کرتے ہیں جو اپنی دولت بہتر طریقوں پر خرچ کرنا جانتے ہیں -

میں بہت سے آدمیوں کو جانتا ہوں جو کہا کرتے ہیں " اگر ہمیں ایک ملین ڈالر مل جائے تو ہم مطمئن ہو جائیں اور خوش و خرم زندگی بسر کریں " لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے - اتنی دولت جمع ہوجانے کے بعد بھی وہ خوشی محسوس نہیں کرینگے ' الا یہ کہ وہ یہ بھی سیکھہ لیں کہ اپنی دولت کس طرح خرچ کرنی چاہیے ؟

جب میں نے دولت جمع کرنی شروع کی ' تو ایک لمحہ کے لیے بھی مجھے یہ خیال نہیں گزرا تھا کہ میں عنقریب کروڑ پتی بن جاؤنگا - میرے خواب میں بھی یہ بات کبھی نہیں آئی تھی کہ ایک

ملین ڈالر بھي جمع کر سکوں گا - اُس وقت میرے پیش نظر صرف یہ خیال تھا کہ کسي طرح دنیا کا ایک کامیاب آدمي بن جاؤں -

میرے پیش نظر کامیابي کیا تھي ؟ اُس کا معیار کیا تھا ؟ میں بتا نہیں سکتا - کیونکہ کوئي مفصل خیال ذہن میں موجود نہ تھا - کامیابي کا محض ایک مبہم سا تصور تھا - میں نے یہي تصور اپنا مطمع نظر قرار دے لیا اور کوشش شروع کردي - مجھے خود تعجب ہوا کہ تھوڑي ہي مدت بعد دولت اپنے آپ جمع ہونے لگي تھي اور ابتک جمع ہوتي چلي جاتي ہے !

مجھے آج تک اپني غربت اور تنگ دستي یاد ہے - میں بہت کم عمر تھا - طرح طرح کے ولولے اور امنگیں دل کو گد گداتي تھیں ' مگر میں اپني کوئي خواہش بھي پوري نہیں کر سکتا تھا - مجھے پیٹ بھر کر روٹي بھي نہیں ملتي تھي - میں در بدر کام تلاش کرتا پھرتا ' اور کہیں بھي کام نہیں ملتا - سخت جد وجہد کے بعد بالاخر ایک کام ملا - ایک بحري حوض میں نوکري مل گئي : ہفتہ وار سولہ شلنگ تنخواہ مقرر ہوگئي - میں بہت خوش ہوا - مگر فوراً ہي میري خوشي رنج سے بدل گئي - کیونکہ اِس کمپني کے منیجر مسٹر گوبس نے مجھے بلا کر نہایت خشکي سے کہا " یہ تنخواہ تمہیں ملے گي ' اگرچہ تم اِس کے کسي طرح بھي اہل نہیں ہو !"

میں نے کوئي جواب نہیں دیا - میرے دل میں سخت غم و غصہ تھا - میں نے عزم کرلیا کہ کچھہ ہي ہو جائے ' میں اپني حالت ضرور درست کرکے چھوڑونگا - چنانچہ میں نے کوشش شروع کردي ' اور چند ہي سال بعد یہي مسٹر گوبس مجبور ہوئے کہ مجھے اپني عظیم کمپني کا شریک بنا لیں !

مجھہ سے لوگ پوچھا کرتے ہیں " آدمي کروڑ پتي کیسے بن جاسکتا ہے ؟ " میرا جواب ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ دولت جمع کرنے کا کوئي خاص قاعدہ نہیں ہے - اِس کا مدار صرف دو باتوں پر ہے : ذہانت اور قسمت - اگر انسان کو اِن دونوں میں سے کافي حصہ ملا ہے ' تو بلا شبہ وہ بہت زیادہ دولت جمع کرلے سکتا ہے -

بہت سے معمولي ذہانت کے لوگ ہمیشہ " زمانہ " کو ملامت کیا کرتے ہیں کہ اُن کا ساتھہ نہیں دیتا - وہ کہتے ہیں " اگر ہمیں ایک موقعہ بھي میسر آجائے تو ہم فوراً دولتمند بن جائیں " لیکن یہ اُن کي غلطي ہے - قصور زمانے کا نہیں خود اُن کا ہے - اُن کي ذہانت و قابلیت کا ہے - اعلی ذہانت کے لوگ ہاتھہ پر ہاتھہ رکھہ کر موقعہ کا انتظار نہیں کیا کرتے - وہ خود موقعہ پیدا کرتے ہیں اور اُس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں -

میں نوجوانوں کو ہمیشہ نصیحت کرتا رہتا ہوں کہ اپني تمام قوتیں اور کوششیں ایک ہي طرف متوجہ رکھیں - کیونکہ بغیر اِس کے دولت حاصل نہیں ہو سکتي - مختلف کام شروع کرکے کوششیں پراگندہ کر دینے سے اکثر ناکامي کي مصیبت پیش آجایا کرتي ہے - ہمیشہ ایک مرکز بنانا چاہیے ' اور اُسي پر تمام قوتیں صرف کردیني چاہییں - بلا شبہ میں بھي اُن لوگوں میں ہوں جو بیک وقت بہت سي تجارتیں پھیلائے ہوئے ہیں - لیکن یہ میں نے اب کیا ہے جبکہ ایک بڑے سرمایہ کا مالک بن چکا ہوں - شروع شروع میں نے کبھي یہ جرأت نہیں کي کہ بہت سے کام لے کر بیٹھہ جاؤں -

محنت اور چستي کو بھي کامیابي میں بہت بڑا دخل ہے - شروع میں میرا دستور یہ تھا کہ صبح سات بجے سے اپنے کام پر پہنچ جاتا تھا اور گیارہ بجے رات سے پہلے واپس نہیں آتا تھا - میں جانتا ہوں کہ آج کل کے نوجوان اِتني محنت نہیں کرسکینگے - لیکن اگر وہ اُتني محنت بھي کریں ' جتني وہ آساني سے کرسکتے ہیں ' تو کوئي وجہ نہیں کہ کامیاب نہ ہو جائیں -

میرے خیال میں منضبط محنت سے زیادہ لذیذ کوئي چیز بھي نہیں ہے - میں دنیا کے ایک بہترین جہاز کا مالک ہوں - بہترین بادباني کشتي بھي میرے پاس ہے - میں نے شکار بھي بہت کھیلا ہے - عیش و آرام کے جملہ سامانوں سے بھي متمتع ہوا ہوں - مگر میں سچ کہتا ہوں - مجھے کسي بات میں بھي اُتني لذت حاصل نہیں ہوئي ' جتني اپني روز کي محنت میں حاصل ہوتي ہے - میں سمجھتا ہوں ' میري کامیابي کا سب سے بڑا راز میري اِسي محنت میں ہے -

بريد شرق

مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازي مصطفی کمال پاشا کا پیغام - مجلس وطني کا انتخاب - وزراء آستانہ میں - غازي کے خلاف سازش -

(غازي مصطفی کمال کا پیغام)

مجلس وطني کے انتخاب کے سلسلہ میں غازي مصطفی کمال پاشا نے ترکي قوم کے نام ایک پیغام شایع کیا ہے - یہ تحریر خود موصوف نے اپنے قلم سے لکھي ہے - اس لیے نہایت پر زور اور بلیغ ہے - اِس میں اُنھوں نے جنگ آزادي کے بعد پہلي مجلس وطني اور اپني جماعت " خلق فرقہ سي " کي کار گزاریاں یاد دلائي ہیں اور پھر قوم سے اپني جماعت کے انتخاب کي درخواست کي ہے - وہ لکھتے ہیں :

" آج موقعہ ہے کہ ہم گزشتہ چار سال کے اندر اپنے عظیم اصلاحي و تعمیري جہاد پر نظر ڈالیں اور اطمینان کے ساتھہ وہ کامیابیاں دیکھیں جو ہم نے حاصل کي ہیں - ہمارا ملک ایک ایسي مہیب جنگ سے جس کي نظیر تاریخ میں نہیں ملتي ' فتحمند نکلا تھا - آسے اُن مساعي و اعمال کي سخت ضرورت تھي جنسے قومیں زندہ رہتي ہیں - یہ پہلا موقعہ نہ تھا کہ ترکي قوم نے فتح و نصرت دیکھي تھي - ترکي قوم کي پوري تاریخ فتوحات سے لبریز ہے - لیکن چونکہ پہلے ترکي قوم میدان جنگ سے باہر کوئي کوشش نہیں کرتي تھي ' اس لیے اپني فتح سے کوئي فائدہ بھي نہیں اٹھا سکتي تھي - بلکہ بتدریج اُسکي فتح ' شکست بن جاتي تھي - جو فتحمندي بر قرار نہیں رکھي جاتي ' اُس کے نتائج بسا اوقات '

شکست سے بھي زیادہ بد تر ثابت ھوتے ھیں - لیکن اِس مرتبه ھم نے اِس قدیم سنت پر عمل نہیں کیا - ھم فوراً اصلاحي اور تعمیري کوششوں میں لگ گئے - حالت امن میں ھماري مساعي ' حالت جنگ کي مساعي سے بھي کہیں زیادہ عظیم تھیں - ھم نے عزم بالجزم کر لیا تھا که اِس فتح مبین سے فائدہ اتھائینگے اور اِسے ترکي قومیت کي تجدید کا سنگ بنیاد بنا دینگے - چنانچه ھم نے ایسا ھي کیا "

اِس کے بعد غازي نے اپني جماعت کي کارگزاریاں بیان کي ھیں :

" جنگ آزادي سے ملک ایک عظیم اصول لے کر باھر نکلا - وہ اصول یه تھا " سیادت بلا کسي قید و شرط کے صرف قوم ھي کي ھے " اِسي اصول کي بنا پر جمہوریت کا اعلان کیا گیا - اِسي اصول کي بنا پر منصب خلافت موقوف کیا گیا جو صدیوں سے ترکي قوم کے سر پر ناقابل برداشت بار تھا -: ھماري جمہوري جماعت کي رائے ھے که ھر اجنبي مداخلت سے جمہوریت کي حفاظت کرنا ترکي قومیت کے مستقبل کے لیے نا گزیر ھے - یہي سب سے بڑا وطني فرض ھے - یہي قوم کي زندگي کي اصلي ضمانت ھے "

اِس کے بعد موصوف نے اُن حیرت انگیز ترقیوں کا ذکر کیا ھے جو اِس قلیل مدت میں اُن کي جماعت کے ھاتھوں ظاھر ھوئي ھیں - بالاخر پیغام اِس عبارت پر ختم ھوتا ھے :

" اِس زندگي میں میرا سب سے بڑا بھروسه اور میري سب سے بڑي قوت یه ھے که قوم مجھپر اعتماد کرتي ھے - یہي سبب ھے که میري زندگي کا سب سے بڑا مقصد بھي یہي رھا ھے که اِس امانت کو زیادہ سے زیادہ مقدس سمجھوں اور بہتر سے بہتر طریقه پر ادا کرنے کي کوشش کروں - اگر تم ھمارے نام زد کردہ اشخاص کو اپني مجلس وطني میں بھیجوگے' تو ھم دو بارہ تمھاري خدمت کا موقعه حاصل کر سکینگے - مجھے پورا یقین ھے که مستقبل میں ترکي جمہوریت اور ترکي قوم کي اور بھي زیادہ شاندار خدمتیں میں انجام دے سکتا ھوں - عنقریب ترکي کا مستقبل بہت ھي عظیم ھوگا ' کیونکه اُس کے افراد پوري ھمت سے مستقبل کي تعمیر میں مصروف ھیں "

(مجلس وطني کا انتخاب)

مجلس وطني کے انتخابات ختم ھوگئے ھیں - ھر طرف سے خبریں آ رھي ھے که جمہوري یا کمالي جماعت کامیاب ھو رھي ھے - لیکن یه کامیابي کوئي ایسي کامیابي نہیں ھے جسے انتخاب اور مقابله کي کامیابي سے تعبیر کیا جائے - کیونکه اِس جماعت کے سوا کوئي دوسري جماعت ملک میں موجود ھي نہیں ھے - اور اگر ھے تو انتخاب میں شریک نہیں ھوئی ھے -

غازي مصطفی کمال کي جمہوري جماعت کي طرف سے ۳۱۶ - امیدوار کھڑے کیے گئے ھیں - اُن کي تفصیل حسب ذیل ھے :

۴۹ - انتظامي آدمي ھیں - ۴۶ - کاشتکار ھیں - ۴۰ فوجي افسر ھیں - ۳۴ وکالت پیشه ھیں - ۲۵ علمي آدمي ھیں - ۲۵ تاجر ھیں - ۲۳ اخبار نویس ھیں - ۲۳ ڈاکٹر ھیں - ۲۳ ماھر اقتصادیات ھیں - ۹ سیاسي ھیں - ۷ انجینیر ھیں - ۳ محکمۂ تار اور ڈاک کے آدمي ھیں - ۳ آلات سازي کے ماھر ھیں - ایک ڈرا ساز ھے -

اِس مرتبه مخالفین سے میں کسي ایک شخص کو بھي اِس جماعت نے نامزد نہیں کیا - چنانچه علي فؤاد پاشا ' طیار پاشا ' کاظم قارا بکیر پاشا وغیرہ میں سے کوئي بھي انتخاب میں شریک نہیں ھے -

(تمام وزراء آستانه میں)

اِس وقت تمام وزیر آستانه ھي میں موجود ھیں - پرسوں غازي کي صدارت میں مجلس وزارت با ضابطه منعقد ھوئي - جمہوري حکومت کي یه پہلي مجلس سلاطین آل عثمان کے تاریخي محل ' طولمه باغچه میں جمع ھوئي اور مختلف مسائل پر غور کیا -

اِس واقعه سے پھر لوگوں میں یه افواہ پھیل رھي ھے که اگر پایۂ تخت انگورہ سے پوري طرح منتقل نه ھوا ' تو بھي قسطنطنیه گرمائي پایۂ تخت ضرور بنا دیا جایگا -

(غازي کے خلاف سازش)

اِس ھفته کا اھم واقعه غازي مصطفی کمال پاشا کے قتل کي سازش ھے - اِس سازش میں چار آدمي گرفتار ھوئے ھیں - تین ارمني ھیں - ایک ترک بتایا جاتا ھے - سازشیوں نے پولیس سے مقابله بھي کیا - ایک قتل ھوگیا - تین پکڑ لیے گئے - پولیس کا بھي ایک سپاھي قتل ھوا ھے -

مجرموں نے اقرار کیا ھے که حکومت یونان کے اشارے سے اُنھوں نے یه اِرادہ کیا تھا - تجویز یه تھي که غازي موصوف جب انگورہ واپس جانے لگیں تو راستے میں اُنکي ریل ڈائنامیت سے اُڑا دي جائے -

اِس خبر نے یہاں کي عام رائے میں سخت ھیجان پیدا کر دیا ھے - کیونکه ترکي قوم ارمینوں اور یونانیوں کي سازشوں سے بہت نقصان اُتھاچکي ھے - سعید حلیم پاشا وزیر اعظم ' غازي انور پاشا ' جمال پاشا ' طلعت پاشا ' کاظم بک وغیرہ ' ترکی کے ایسے فرزند تھے ' جنمیں سے ھر شخص اپني جگه دنیا کا بڑا آدمي شمار ھوتا تھا - مگر شقي ارمنیوں نے سب کو ایک ایک کرکے دھوکے سے قتل کر ڈالا ' اور ترکي کے دل پر ایسے زخم لگائے ' جو مدتوں مندمل نه ھونگے -

اب اِن بد بختوں کي نظر غازي مصطفی کمال پاشا پر ھے جو اِس وقت ترکي قوم کي روح رواں ھیں -

الهلال کی تصاویر

- افسوس ھے که دسہرہ کي تعطیل کے وجه سے (جو کلکته میں پوجا کي تعطیل کہي جاتي ھے) وہ تصاویر طیار نه ھوسکیں جنھیں الهلال کے صفحات میں درج کرنا تھا - اب اس کے سوا چارہ نہیں که اس کي تلافي آیندہ اشاعت میں کي جاے -

افسانہ

غضبناک محبوبہ

L'ARRABIATA

:پال ہیس کے قلم سے:

پال ہیس Paul Heyse جرمنی کا مشہور و معروف شاعر اور فسانہ نگار ہے۔ ۱۹۱۴ء میں اُسنے انتقال کیا۔ اُس کے دیوان اور اُس کے افسانے اس قدر مقبول ہوئے ہیں کہ اُس کا نام غیر فانی ہوگیا ہے۔ ذیل میں اس کے ایک مقبول عام فسانہ کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔ غالبًا یہ دو نمبروں تک مسلسل شائع ہوتا رہے۔

پو پھٹ رہی تھی۔ آتش فشاں ویزو ویس کی چوٹی، سیاہ بادل میں چھپی تھی۔ اُس کے دامن شہر نابلی تک پھیلے ہوئے تھے۔ قرب و جوار کے گاؤں بھی اندھیرے میں تھے۔ سمندر خاموش اور صاف تھا۔ خلیج سورنتو کے کناروں پر ماہی گیر اور اُن کی عورتیں اپنے روزمرہ کے کام شروع کر چکی تھیں۔ کوئی ہاتھ بھی خالی نہ تھا۔ بوڑھے اور بچے تک محنت کر رہے تھے۔

"ریشل!" ایک بڑھیا نے اپنی پوتی سے کہا "لے، پادری انفرنڈ آگیا۔ انٹونیو، اُسے اپنی کشتی میں جزیرہ کاپری لے جائے گا۔ مگر ملاح کی آنکھیں نیند کے خمار سے اب تک بھاری ہو رہی ہیں"

سب لوگ، پادری کی تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اُس کا چہرہ نورانی تھا۔ دائیں بائیں، سر کے اشارے سے، مسکراتے ہوئے، سب کا سلام قبول کیا اور اپنے کپڑے احتیاط سے سمیٹ کر کشتی میں بیٹھ گیا۔

"ہمارا پادری، جزیرے میں کیوں جا رہا ہے؟" چھوٹی لڑکی نے اپنی دادی سے سوال کیا "کیا وہاں کوئی پادری نہیں ہے؟"

"تم ٹھیک کہتی ہو" دادی نے اپنا پوپلا مُنہ ہلا کر کہا "جزیرے میں بہت سے پادری ہیں۔ وہاں کے سے خوبصورت کنیسے دنیا بھر میں کہیں موجود نہیں۔ لیکن وہاں ایک امیر عورت بیمار ہے۔ ایک زمانے میں وہ یہاں رہتی تھی۔ اُس وقت بھی بیمار ہوئی تھی اور ہمارے اسی پادری کی دعا سے اچھی ہوئی تھی۔ اس خوشی میں اُسنے پادری کو، اُسکے کنیسے کو، اور یہاں کے فقیروں کو بہت کچھ دیا تھا۔ اب پھر اُس نے پادری بلایا ہے تاکہ دنیا چھوڑنے سے پہلے اس مقدس آدمی کے سامنے اعتراف گناہ کرلے۔ سچ یہ ہے کہ ہمارے پادری جیسا اچھا اسوقت کوئی پادری بھی نہیں ہے!"

یہ کہہ کر بڑھیا نے ایک مرتبہ پھر پادری کو سلام کیا، کیونکہ اُس کی کشتی اب روانہ ہونے کو تھی۔

"موسم کیسا ہے؟" پادری نے نابلی کی طرف نظر اُٹھا کر انٹونیو ملاح سے کہا۔

"باپ! ابھی سورج نہیں نکلا" ملاح نے جواب دیا "یہ تمام بادل سورج نکلتے ہی چھنٹ جائے گا"

"تو جلدی کرو۔ دھوپ سے پہلے ہم نکل جائیں" پادری نے کہا۔ نوجوان انٹونیو نے ڈانڈ اُٹھائی۔ مگر وہ اچانک رُک گیا۔ نکاکے کی سڑک غور سے دیکھنے لگا۔ سڑک پر کوئی آدمی تیزی سے بڑھا چلا آتا تھا اور ہاتھ ہلا کر اشارے کر رہا تھا۔

یہ دراصل ایک لڑکی تھی۔ اُس کی بغل میں ایک گٹھڑی دبی تھی معمولی لباس پہنے تھی۔ ظاہری وضع، فقر و غربت کا پتہ دیتی تھی۔ اُس کے کالے بالوں کی لٹیں ہواؤں میں اُڑ رہی تھیں۔ انٹونیو نے اُسے پہچان لیا۔

"انتظار کیا ہے؟" پادری نے سوال کیا۔

"ایک اور شخص بھی جزیرے جانا چاہتا ہے، بشرطیکہ آپ اجازت دیں" ملاح نے بمنت کہا "ذرا بھی دیر نہ ہوگی۔ وہ ایک لڑکی ہے۔ ابھی پورے ۱۸ برس کی بھی نہیں ہے"

اب لڑکی سامنے تھی۔

"موریلا!" پادری نے کہا "اُسے جزیرے میں کیا کام ہے؟"

انٹونیو نے جواب میں اپنے شانے ہلادئے۔ لڑکی برابر تیزی سے بڑھی چلی آتی تھی۔ اُس کی نظریں کشتی پر لگی تھیں۔

"اخاہ! غصہ ور پری! اسلام!" بعض ماہی گیر اور ملاح چلائے۔

دوشیزہ نے حقارت کے ساتھ اُنھیں دیکھا۔ کسی کو کوئی جواب نہیں دیا۔ اُس کی تیوری پر بل پڑے تھے۔ غصہ سے مُنہ تمتما رہا تھا۔ اگر وہاں پادری موجود نہ ہوتا تو ملاح اُسے ضرور چھیڑتے۔

"صبح بخیر! موریلا!" پادری نے کہا "کیسی ہو؟ ہمارے ساتھ جزیرے چلتی ہو؟"

"اگر مقدس باپ کی اجازت ہو" موریلا نے ادب سے جواب دیا۔

"انٹونیو سے اجازت لو" پادری نے کہا "کشتی اُسی کی ہے۔ ہر آدمی اپنا مالک ہے، اور خدا سب آدمیوں کا مالک ہے"

"یہ میرے پاس چار پیسے موجود ہیں، اگر کرایہ کو کافی ہوں" موریلا نے انٹونیو کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"تمھاری ضرورت مجھ سے زیادہ ہے" انٹونیو نے جواب دیا اور نارنگی کی ٹوکریاں ہٹا کر جگہ نکالنے لگا۔ نوجوان ملاح، جزیرے میں نارنگی لے جاکر بیچا کرتا تھا۔ کیونکہ صرف کشتی کے کرایہ سے کافی آمدنی نہیں ہوتی تھی۔

"لیکن میں مُفت نہیں جاؤں گی" موریلا نے خفگی سے کہا۔ اُس کے چہرے اور سیاہ آنکھوں میں غصہ کی حدت نمایاں تھی۔

"بیٹی! چلی آ!" پادری نے دوشیزہ سے شفقت کے لہجہ میں کہا "انٹونیو اچھا لڑکا ہے۔ وہ تیرے تھوڑے سے پیسے لینا نہیں چاہتا (پادری نے لڑکی کی طرف سہارا دینے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا) دیکھ اُسنے تیرے لئے اپنی چادر بچھادی ہے۔ سب جوان ایک ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک لڑکی کے لئے اتنا کرتے ہیں جتنا اپنے دس پادریوں کے لئے بھی نہیں کرتے۔ حالانکہ ہمیں "مقدس باپ" بھی کہتے ہیں! نہیں نہیں، انٹونیو! معذرت کی ضرورت نہیں۔ میں تم سے ناخوش نہیں ہوا۔ خدا کی مشیت یہی ہے کہ ہر کوئی اپنے ہم جنس کی طرف جُھکے!"

اب موریلا کشتی میں اُتر چکی تھی۔ وہ پادری کے قریب بیٹھ گئی۔ لیکن انٹونیو کی چادر دُور ہٹا کے۔ انٹونیو اس حرکت پر کچھ بڑبڑایا اور کشتی روانہ ہوئی۔

"اس گٹھڑی میں کیا ہے؟" پادری نے دوشیزہ سے پوچھا۔

اب سورج نمودار ہو رہا تھا۔ اُس کی روپہلی کرنیں اِن مسافروں پر پڑ رہی تھیں۔

"ریشم، زربفت، اور روٹی" لڑکی نے جواب دیا "ریشم اور زربفت جزیرے میں بک جائے گا۔ روٹی میں کھالوں گی"

"مجھے یاد پڑتا ہے تم نے کپڑا بننا بھی سیکھا تھا؟" پادری نے پھر سوال کیا۔

"ہاں۔ لیکن میری ماں کی بیماری مجھے گھر سے نکلنے نہیں دیتی کہ اس ہنر کی اچھی طرح مشق کروں۔ خود میرے پاس اتنا روپیہ نہیں کہ گھر میں بننے کا سامان جمع کروں" لڑکی نے حسرت سے جواب دیا۔

"اب اُس کا کیا حال ہے؟" پادری نے گہری ہمدردی سے کہا "آہ! بیچاری نے بڑی تکلیف اُٹھائی۔ پچھلی دفعہ جب میں نے دیکھا تھا تو ذرا اچھی تھی"

"یہ موسم ہمیشہ اُسے تکلیف دیتا ہے" لڑکی نے نا اُمیدی کے لہجہ میں جواب دیا۔

"دعا کر! بیٹی، دعا کر!" پادری نے زور دے کر کہا "کبھی نماز سے غافل نہ ہو۔ دعا سے باز نہ آ۔ شاید خدا سُن لے۔ نیک بن! نیک! تاکہ تیری دعائیں قبول ہوں"

موریلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چند لمحہ کی خاموشی کے بعد پادری نے پھر کہا:

"موریلا! میں نے ابھی سُنا کہ ملاح تجھے "غضبناک" کے لقب سے پکار رہے تھے۔ یہ کیوں؟ یہ لقب تو کسی دوشیزہ کے لئے کچھ اچھا لقب نہیں۔ تجھے حلیم اور خوش مزاج ہونا چاہئے"

دوشیزہ کے کندنی چہرے پر غصے کے آثار ظاہر ہوئے۔ اُس کی آنکھیں تیزی سے چمکنے لگیں:

"وہ اسی طرح مجھے چڑھاتے ہیں" لڑکی نے خفگی سے کہا "وہ مجھے روز چھیڑتے ہیں کیونکہ میں اور لڑکیوں کی طرح گاتی، ناچتی، اور اُن سے ہنسی مذاق نہیں کرتی ہوں۔ وہ میرے پیچھے کیوں پڑے ہیں؟ میں نے اُن کا کیا بگاڑا ہے؟"

"سچ ہے" پادری نے سنجیدہ ہو کر کہا "لیکن تمھیں بہر حال نرم ہونا چاہئے۔ لوگوں کو ناچنے گانے دو، ورنہ زندگی ناقابل برداشت ہوجائے گی۔ میٹھی زبان میں بہت بھلائی ہے"

دوشیزہ نے اپنی لمبی کالی پلکیں جھکادیں، گویا اپنی آنکھوں کا راز ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتی۔

پھر خاموشی چھا گئی۔ اب دُور افق میں سورج طلوع ہو چکا تھا۔ پہاڑوں کی چوٹیاں چمک اُٹھیں۔ سورنتو کی خلیج کے چھوٹے چھوٹے سفید مکان نارنگی کے باغوں میں صاف نظر آرہے تھے۔ صرف ویزوویس کے کنارے کنارے بدلی کے چند ٹکڑے ہل رہے تھے۔

"موریلا!" پادری نے پھر گفتگو شروع کی: "تو بوآل معنو کی بھی کچھ خبر ہے؟"

موریلا نے اپنے نازک مونڈھے ہلا کر انکار کیا۔

"تمھاری تصویر اُتارنا چاہتا تھا، تم نے انکار کیوں کیا؟" پادری نے پھر سوال کیا۔

"میری تصویر کیوں؟" دوشیزہ نے جھنجھلا کر جواب دیا "کیا مجھ سے زیادہ خوبصورت عورتیں موجود نہیں؟ کون جانتا ہے میری تصویر لے کر کیا کرتا؟ شاید جادو کر دیتا۔ مجھے تکلیف دیتا۔ قتل کر ڈالتا۔ میری ماں یہی کہتی تھی"

"ہش!" پادری نے خلوص سے کہا "فضول نہ بکو۔ کیا تم خدا کی اماں میں نہیں ہو؟ کیا خدا کے حکم بغیر ایک ذرہ بھی ہل سکتا ہے؟ کوئی انسان بھی تیرا دامن میلا نہیں کر سکتا۔ پھر وہ تو تجھ پر عاشق تھا، ورنہ شادی کی درخواست کیوں کرتا؟"

لڑکی نے کوئی جواب نہ دیا۔

"تم نے شادی کیوں نامنظور کی؟" نیک دل پادری نے سوال کیا "لوگ کہتے ہیں شریف و معقول آدمی تھا۔ تیری اور تیری ماں کی خبر گیری کرتا۔ ریشم بیچنے سے کہیں زیادہ تم فائدے میں رہتیں"

"ہم بالکل فقیر ہیں" لڑکی نے بڑے تاثر سے جواب دیا "میری ماں مدت سے بیمار ہے۔ ہم اُس پر بوجھ ہوتے۔ پھر میں عزت دار خاتون بننے کے لائق نہیں ہوں۔ اپنے دوستوں کے سامنے وہ مجھے دیکھ کر ضرور شرمندہ ہوتا"

"کیا کہتی ہو؟" پادری نے خیر خواہی سے کہا "میں کہتا ہوں وہ بہت اچھا آدمی تھا۔ شاید تمھارے ساتھ سورنتو ہی میں رہ جاتا۔ ایسا شوہر ملنا مشکل ہے"

"میں شوہر نہیں چاہتی" موریلا نے بہت آہستہ سے مگر یقین کے لہجہ میں کہا "میں کبھی شادی نہیں کروں گی!"

"کیا رہبانیت اختیار کرنے کا ارادہ ہے؟" پادری نے تعجب سے سوال کیا۔

دوشیزہ نے سر کے اشارے سے انکار کیا۔

"لوگ ٹھیک کہتے ہیں کہ تو ضدی ہے" پادری نے جوش سے کہا "تیری ہٹ بہت سخت ہے۔ ایک لمحہ کے لئے سوچ، تیری یہ ضد کتنی خطرناک ہے؟ یہ تیری مصیبت میں اضافہ کرنے والی ہے۔ تیری ماں کی بد نصیبی بڑھانے والی ہے۔ کیا تیرے پاس کوئی ایک وجہ بھی ہے کہ ایسے شریف آدمی کو رد کر دیتی ہے؟ جواب دے"

"میرے پاس وجہ ہے" موریلا نے دبی زبان سے کہا "مگر میں بیان نہیں کروں گی"

"بیان نہیں کروں گی!" پادری نے خفا ہو کر اُس کا جملہ دہرایا "مجھ سے بیان نہیں کرو گی؟ میں جو تیرا پادری ہوں۔ تو خوب جانتی ہے تیرا خیر خواہ ہوں۔ کیا یہ صحیح نہیں؟"

موریلا نے سر ہلا کر اقرار کیا۔

"تو اپنا راز مجھ پر ظاہر کر" پادری نے شفقت سے کہا "اگر وجہ ٹھیک ہو گی تو میں سب سے پہلے تائید کروں گا۔ تم ابھی بہت کم عمر ہو۔ اس دنیا سے بالکل بے خبر ہو۔ ایک زمانہ آئے گا جب یہ زریں موقعہ کھو دینے پر افسوس کرو گی۔ معلوم ہوتا ہے، خدا نے رحم کھا کر اس شخص کو تمھارے گھر بھیجا تھا"

موریلا نے شرائی ہوئی نظریں اُٹھائیں اور کشتی کے سرے پر دیکھنے لگی جہاں انٹونیو کی نگاہیں دُور افق پر جمی تھیں اور اپنے خیالات میں غرق تھا۔ پادری نے دوشیزہ کو بغور دیکھا۔ اپنا کان اُس کے قریب کر دیا۔ "آپ میرے باپ کو نہیں جانتے" لڑکی نے نہایت آہستگی سے پادری کے کان میں کہا۔

"تیرا باپ؟" پادری چلا اُٹھا "کیوں نہیں؟ تو ابھی دس برس کی بھی نہ تھی کہ خدا نے اُسے بلا لیا۔ آسمان کی بادشاہت میں اُسے جگہ ملے! اپنی اس ضد میں اُس کا ذکر کیوں کرتی ہے؟"

"آپ نہیں جانتے" لڑکی نے زور دیکر کہا "آپ کو نہیں معلوم میری ماں کی تمام بیماری کا وہی اکیلا سبب ہے"

"کیونکر؟" پادری نے تعجب سے سوال کیا۔

"اپنی بے رحمی سے" موریلا نے فوراً جواب دیا "آخری وقت تک میری ماں کو مارتا رہا۔ مجھے وہ راتیں اب تک یاد ہیں۔ وہ ایک عجیب جنون کی حالت میں گھر آتا تھا۔ میری ماں ایک لفظ بھی نہیں کہتی تھی۔ مگر وہ مارنا شروع کر دیتا تھا۔ آہ! میرا دل اب بھی رنجیدہ ہوتا ہے! میں اپنا منہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیتی تھی اور تڑپ رہتی تھی لیکن اندر ہی اندر روتی رہتی۔ وہ میری ماں کو مارتے مارتے آخر تھک جاتا۔ غریب بیہوش ہو کر گر پڑتی تھی۔ وہ اُسے دیر تک غور سے دیکھتا پھر نہیں معلوم اُس کے دل میں کیا خیال پیدا ہوتا کہ دوڑ کر اُسے اُٹھاتا اور سینے سے لگا کر پیار کرنے لگتا۔ اتنے زور سے دابتا تھا کہ اُس کے منہ سے چیخ نکل جاتی تھی لیکن اس تمام ظلم پر بھی میری ماں کبھی خفا نہیں ہوتی۔ بلکہ مجھے بھی منع کرتی رہتی تھی کہ کسی سے اس کا ذکر نہ کروں۔ میری ماں کو اُس سے بلا کی محبت تھی۔ اس سختی پر بھی وہ اُسی کا کلمہ پڑھتی رہتی۔ جب سے وہ مرا ہے، یہ بھی بیمار ہو گئی ہے۔ اُسے غم کھائے جاتا ہے۔ اگر مر گئی۔ خدانخواستہ۔ تو میں جانتی ہوں اُس کا قاتل کون ہے"

پادری سناٹے میں پڑ گیا۔ تعجب سے سر ہلانے لگا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا، اس عجیب لڑکی کو کیونکر قائل کرے۔

"اپنے باپ کو معاف کر دو!" بالآخر پادری نے کہا "اُسی طرح معاف کر دو، جس طرح تمھاری ماں نے معاف کر دیا ہے۔ پُرانی باتوں کی تکلیف دہ یاد دُور کر دو۔ مستقبل میں تمھارے اچھے دن آئیں گے اور تمام مصیبتیں بھلا دیں گے"

"نہیں، نہیں!" موریلا نے جوش سے کہا "میں کبھی نہیں بھول سکتی، یہی وجہ ہے کہ میں نے عمر بھر کنواری رہنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ ہرگز کسی مرد کی کنیز نہیں بنوں گی۔ یہ مرد پہلے مارتے ہیں، پھر پیار کرتے ہیں لیکن میرے ساتھ کوئی یہ حرکت نہیں کر سکتا۔ مجھ سے جو مرد بھی محبت کی درخواست کرے گا، اُس کا منہ توڑ دوں گی۔ لیکن میری ماں بالکل بے بس تھی۔ وہ نہ مار کا مقابلہ کر سکتی تھی، نہ پیار کا۔ وہ اُس سے محبت کرتی تھی۔ میں ہرگز کسی مرد سے محبت نہیں کرونگی"

"تم بالکل بچہ ہو!" پادری نے مسکرا کر کہا "دنیا کو کچھ بھی نہیں جانتی، اسی لئے بچوں کی سی باتیں کرتی ہو۔ کیا سب مرد تمھارے باپ ہی کے سے ہیں؟ کیا تم نے کبھی کوئی اچھا آدمی نہیں دیکھا؟ کیا دنیا میں ایسی خوش نصیب بی بیاں نہیں ہیں جو اپنے شوہروں کے ساتھ عیش و آرام سے رہتی ہیں؟"

"کچھ ہو" موریلا نے زور دے کر کہا "میرے ماں باپ کا حال کوئی نہیں جانتا۔ میری ماں مر جانا پسند کرتی تھی مگر اُس کی شکایت پسند نہیں کرتی تھی۔ یہ صرف محبت کی وجہ سے۔ اگر محبت یہی ہے۔ اگر محبت، زبان کو گونگی کر ڈالتی ہے، اگر محبت ایسی سخت مصیبت لاتی ہے، تو میں ہرگز ہرگز کسی مرد سے محبت نہیں کروں گی"

"میں نے کہدیا تم ایک بچے سے کچھ زیادہ نہیں" پادری نے کہا "تم بے معنی باتیں کرتی ہو۔ جب وقت آجائے گا، تمھاری رائے اور پسند نہیں پوچھی جائے گی۔ تم محبت کی زنجیر میں اپنی مرضی کے خلاف بھی جکڑ دی جاؤ گی"

موریلا خاموش رہی۔

"کیا تمھارے خیال میں یہ معنو بھی سنگدل تھا؟" پادری نے پھر سوال کیا۔

"اُس کی نظریں بالکل ویسی ہی تھیں جیسی میرے باپ کی ہو جایا کرتی تھیں جب وہ میری ماں کی خوشامد کرتا تھا۔ میں وہ نظریں خوب پہچانتی ہوں۔ ایک مرد اس طرح کی نظروں سے دیکھتا بھی ہے، اور پھر عین اسی وقت اپنی بے خطا بیوی کو مار کے ادھ موا بھی کر دے سکتا ہے۔ مجھے ایسی نظروں سے بڑا ہی ڈر لگتا ہے"

موریلا اب بالکل چپ ہو گئی۔ پادری نے بھی اُسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ اُس کے ذہن میں اب بہت سی معقول دلیلیں آگئی تھیں مگر وہ چپ ہی رہا کیونکہ نوجوان ملاح کا چہرہ یہ گفتگو سن کر غصہ سے لال ہو رہا تھا۔

دو گھنٹے کے سفر کے بعد کشتی جزیرے کے گھاٹ پر پہنچ گئی۔ انٹونیو نے پادری کو گود میں اُٹھا لیا اور گھٹنوں گھٹنوں پانی میں چل کر اُسے خشکی پر اُتار دیا۔ لیکن موریلا نے اُس کا انتظار نہیں کیا۔ اُس نے ایک ہاتھ میں اپنی کھڑاؤں لی۔ دوسرے میں ننھی رکابی اور گھٹنوں تک کپڑے اُٹھا، ساحل پر پہنچ گئی۔

"میں یہاں کچھ مدت ٹھہروں گا" پادری انٹونیو سے کہہ رہا تھا "انتظار کی ضرورت نہیں۔ شاید میں کل سے پہلے لوٹ نہ سکوں گا۔ موریلا! (دوشیزہ کی طرف مخاطب ہو کر) گھر لوٹ کر اپنی ماں کو سلام کہدینا۔ اسی ہفتہ میں ملاقات کو آؤں گا۔ کیا رات سے پہلے واپس جاؤ گی؟"

"اگر ممکن ہوا" لڑکی نے اپنے کپڑے ٹھیک کرتے ہوئے مختصر جواب دیا۔

اب انٹونیو بولا:

"لیکن مجھے لوٹنا ضرور ہے" اُس نے مضطرب آواز سے کہا "تاہم میں شام تک انتظار کروں گا۔ اگر آپ نہ آئے — میرے لئے برابر ہے"

"موریلا!" پادری نے کہا "تم ضرور واپس جانا۔ رات بھر ماں کو اکیلا چھوڑنا مناسب نہیں"

موریلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ آگے بڑھی۔ پادری کا ہاتھ چوما اور اس طرح سلام کیا کہ ملاح بھی اُس کا مخاطب تھا لیکن انٹونیو نے اُس کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ ٹوپی اُٹھا کر صرف پادری کو تعظیم دی۔ دونوں دو مختلف راستوں پر روانہ ہو گئے۔ انٹونیو تھوڑی دیر تک پادری کو دیکھتا رہا۔ پھر موریلا پر نظر جما دی، جو دھوپ سے بچنے کے لئے آنکھوں پر ہاتھ رکھے چلی جا رہی تھی۔ راستہ کی موڑ پر پہنچ کے موریلا ٹھہری اور بلندی پر سے گھوم کر پیچھے دیکھنے لگی۔ اُس کے سامنے خاموش سمندر نیلگوں فرش بچھائے پھیلا ہوا تھا۔ صبح کے سورج کی دلفریب شعاعیں اُس کی سطح پر لوٹ رہی تھیں۔ آسمان صاف شفاف تھا۔ واقعی منظر شاعرانہ اور جذبات انگیز تھا۔ لیکن قسمت کا کرشمہ دیکھو۔ موریلا کی نظریں اُٹھتے ہی انٹونیو کی چمکیلی نظروں سے جا لڑیں۔ دونوں گھبرا سے گئے۔ بیک وقت دونوں میں ایک ایسی جنبش ہوئی گویا اُنھوں نے کوئی غلطی کی ہو اور اُسے چھپانا چاہتے ہیں!

موریلا تیزی سے مڑی اور نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

(۲)

انٹونیو کو ماہی گیروں کے شراب خانے میں بیٹھے کئی گھنٹے ہو گئے وہ از حد مشغول معلوم ہوتا تھا۔ بار بار اُٹھتا تھا اور تمام راستوں پر نظر ڈال کے لوٹ آتا تھا۔

موسم میں تبدیلی شروع ہو گئی۔ وہ خیال کرنے لگا اگر رات سے پہلے ہی موسم بدل گیا تو "وہ" جلد واپسی پر مجبور ہو گی۔

"تمھارے یہاں سیاح بہت آتے ہیں؟" شراب خانے کی مالکہ نے اُس سے سوال کیا۔

"اس سال فصل بہت خراب تھی۔ اب آنا شروع ہوئے ہیں" انٹونیو نے جواب دیا۔

"ابکی موسم بہار بھی دیر میں آئے گا" شراب خانے کی مالکہ نے کہا "تمھارے یہاں آمدنی اس جزیرے سے زیادہ ہے؟"

"پیٹ بھر روٹی بھی نہ ملتی، اگر یہ کشتی میرے پاس نہ ہوتی" انٹونیو نے خشکی سے جواب دیا "لیکن میرا چچا، نارنگی کے کئی باغوں کا مالک ہے وہ کہا کرتا ہے جب تک میں زندہ ہوں، تجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ بُرے وقت بھی تجھے نہیں بھولوں گا!"

"اس مالدار چچا کے اولاد بھی ہے؟" عورت نے سوال کیا۔

"نہیں" انٹونیو نے کہا "اُسنے شادی ہی نہیں کی۔ دوسرے ملکوں میں رہکر بہت دولت جمع کرلی۔ وہ عنقریب ایک شکار خانہ بنانے والا ہے اُس کا انتظام میرے ہی ہاتھ میں دے گا"

"انٹونیو! تم بڑے جوانمرد ہو" عورت نے خوشامد سے کہا۔

"زندگی سب کے لئے کٹھن ہے" نوجوان ملاح نے شانے ہلاکر کہا اور باہر نکل کے پھر تمام راستے اور آسمان دیکھنے لگا۔ حالانکہ خوب جانتا تھا، موسم معلوم کرنے کے لئے ہر طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں!

"میں ایک اور بوتل لاتی ہوں" شراب فروش عورت نے کہا "تمھارا چچا تو دام ادا ہی کرے گا"

"نہیں" انٹونیو نے انکار کیا "پہلی ہی بوتل نے سر چکرا دیا ہے"

وہ یہ کہنے ہی پایا تھا کہ کسی کی چاپ سنائی دی۔ نوجوان ملاح فوراً پہچان گیا۔ پاؤں کی اسی آواز کے لئے وہ دن بھر ہمہ تن گوش بنا رہا تھا ـــ موریلا سامنے کھڑی تھی۔

انٹونیو تیزی سے کھڑا ہوگیا:

"مجھے فوراً جانا ہے" اُسنے شراب خانے کی مالکہ سے کہا۔

چشم زدن میں وہ اپنی کشتی پر تھا۔ موریلا، بدستور کھڑی تھی۔ کچھ متردد سی تھی۔ بالآخر اُسنے بھی شراب فروش عورت کو سلام کیا اور گھاٹ پر پہنچ گئی۔ وہ اب بھی چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ شاید کسی اور مسافر کو ساتھ لینے کا خیال کر رہی تھی۔ لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ سمندر ٹھنڈا تھا۔ ماہی گیر سو رہے تھے یا اپنے جال درست کرنے میں ایسے مصروف تھے کہ کسی نے توجہ نہ دی۔

انٹونیو، ایک لمحہ چپ کھڑا رہا۔ اُس کی آنکھیں غیر معمولی طور پر چمک رہی تھیں۔ آخر وہ کشتی سے کنارے آیا اور کچھ کہے بغیر موریلا کو اس طرح گود میں اُٹھا لیا گویا ایک چھوٹا سا بچہ ہے۔

موریلا، کشتی کے بالکل آخر میں جاکر بیٹھی۔ اُسنے اپنا سر اس قدر جھکا لیا کہ صرف آدھا چہرہ دکھائی دیتا تھا۔ اُس کے بال ہوا میں اُڑ رہے تھے اور چشم و ابرو کو چھپا لیتے تھے۔ خوبصورت ناک کھڑی دکھائی دیتی تھی۔

وہ غیظ و غضب سے لبریز تھی!

سمندر میں کچھ دور جانے کے بعد ڈوبتے ہوئے سورج کی تپش اُسے محسوس ہوئی۔ اُسنے گٹھری کھولی اور رومال نکالکر سر پر باندھ لیا۔ پھر روٹی کھانے لگی کیونکہ صبح سے بالکل بھوکی تھی۔

اب تک دونوں بالکل خاموش تھے۔ انٹونیو نے موریلا کو روکھی روٹی کھاتے دیکھکر ٹوکری سے دو نارنگیاں نکال کر بڑھا دیں:

"موریلا!" ملاح نے لڑکھڑاتی آواز میں کہا "روٹی، اِنکے ساتھ کھاؤ۔ یہ نہ سمجھنا میں نے یہ نارنگیاں تمھارے لئے بچا رکھی تھیں۔ یہ ٹوکری سے گر گئی تھیں۔ ٹوٹنے پر نظر آئیں"

انٹونیو، اس وقت جھوٹ بول رہا تھا!

"تم ہی کھاؤ" لڑکی نے غصہ سے کہا "میرے لئے روٹی کافی ہے"

"اس گرمی میں نارنگی اچھی ہوتی ہے، تم بہت چلکر آئی ہو" انٹونیو نے کہا۔

"میں پانی پی چکی ہوں" غصہ ور لڑکی نے خشکی سے جواب دیا۔

"خیر" ملاح نے کہا اور پھر خاموشی چھا گئی۔

اسوقت سمندر بالکل خاموش اور آئینہ کی طرح شفاف تھا۔ ہر طرف سناٹا تھا، حتیٰ کہ ساحل پر اُڑتے والی چڑیاں بھی اس پر جلال منظر کے سامنے ساکت تھیں۔ صرف کشتی سے موجوں کے ٹکرانے کی آواز سنائی دیتی تھی۔

"تم اپنی ماں کے لئے نارنگیاں لے جاسکتی ہو" انٹونیو نے نگاہیں نیچی کرکے کہا۔

"گھر میں نارنگیاں رکھی ہیں" لڑکی نے پھر خفگی سے جواب دیا "جب ختم ہوجائیں گی تو میں اور خرید سکتی ہوں"

"ٹھیک ہے" ملاح نے شرمندہ ہوکر کہا "لیکن یہ نارنگیاں میری طرف سے اپنی ماں کو دینا۔ میرا سلام کہدینا"

"وہ تمھیں نہیں جانتی" موریلا نے جھنجھلا کر کہا۔

"تم میرا تعارف کردینا" انٹونیو نے پھر کہا۔

"میں بھی تمھیں نہیں جانتی" لڑکی کا صاف جواب تھا۔

یہ پہلا موقعہ نہ تھا کہ موریلا نے ملاح سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس سے پہلے کا واقعہ ہے کہ ایک اتوار کو موریلا کا عاشق (مصوّر) جب گاؤں میں آیا اور پہلی مرتبہ اس لڑکی کو دیکھا، تو مبہوت ہوکر اُس کے حسن و جمال کا نظارہ کرنے لگا۔ عین اُسی وقت انٹونیو اپنے دوستوں کے ساتھ فٹ بال کھیل رہا تھا۔ مصوّر اپنے خیالات میں محو تھا کہ انٹونیو نے جان بوجھ کر گیند ایسا مارا کہ غریب کے سر پر زور سے لگا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اُس مظلوم سے لڑنے کے لئے بھی آمادہ ہوگیا۔

کئی ہفتے بعد جب موریلا نے شادی کی درخواست نامنظور کردی تو مصوّر نے چلتے وقت کہا "میں جانتا ہوں، اُس نوجوان کی وجہ سے تم مجھے سوکھا جواب دے رہی ہو" مگر موریلا نے اُس وقت بھی یہی کہا:

"ہرگز نہیں، میں اُسے پہچانتی تک نہیں"

حالانکہ وہ گیند کے واقعہ سے واقف ہوچکی تھی اور انٹونیو کو پوری طرح جانتی تھی۔

آج اسوقت دونوں کشتی میں ہیں۔ تنہا ہیں ـــ اس طرح بیٹھے ہیں گویا حریف ہیں۔ حالانکہ دونوں کے دل بری طرح دھڑک رہے ہیں!

انٹونیو، وہ ہمیشہ کا ہنس مکھ نوجوان، اس وقت، فرط تاثر سے سُرخ ہو رہا ہے۔ بڑی ہی قوت سے کشتی کھے رہا تھا۔ پانی کے قطرے اُڑکر موریلا پر گرتے تھے ساتھ ہی کچھ غصے میں بڑبڑا بھی رہا تھا۔

موریلا اس طرح بیٹھی تھی گویا اُسے دیکھ ہی نہیں رہی ہے۔ بڑی ہی بے پروائی سے کشتی کا کنارہ دیکھ رہی تھی اور ہاتھ نیچا کیے پانی سے کھیلتی جاتی تھی۔ پھر اُسنے اپنے سر کا رومال کھول ڈالا۔ ایک ہاتھ سے بال درست کرنے اور دوسرے سے رخسار پانی سے تر کرنے لگی وہ اس انداز سے بیٹھی تھی، گویا کوئی دوسرا وہاں موجود ہی نہیں ہے۔

کشتی کھلے سمندر میں پہنچی۔ جزیرہ نظر سے اوجھل ہوگیا۔ سورنٹو کا کنارہ بھی دور ہے۔ قرب و جوار میں کوئی اور کشتی بھی دکھائی نہیں دیتی۔

انٹونیو نے چاروں طرف دیکھا۔ اُس کے تیور ایسے ہوگئے گویا کوئی عزم مصمم کرچکا ہے۔ اُس کے رخسار کی سُرخی غائب ہوگئی۔ زردی چھا گئی۔ اُسنے اچانک ڈانڈے سے ہاتھ اُٹھا لئے۔

موریلا نے اُسے دیکھا۔ بغیر کسی خوف، مگر ہوشیاری سے۔

"اب فیصلہ ہوجانا چاہئے" انٹونیو یکایک چلایا "یہ کھیل بہت ہوچکا تعجب ہے میں اب تک زندہ کیسے ہوں؟ تم کہتی ہو مجھے نہیں جانتی! حالانکہ اس تمام زمانے میں مجھے دیکھتی رہی ہو کہ پاگلوں کی طرح تمھارے پیچھے پھرتا ہوں۔ میرا دل پھٹا جاتا ہے۔ اپنا دکھ کہنا چاہتا ہوں، مگر تم حقارت سے ہمیشہ بے پروائی دکھاتی ہو۔ گویا میں کوئی ہستی ہی نہیں رکھتا!"

"کیا؟" لڑکی نے پیشانی پر بل ڈالکر کہا "مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ ہاں میں دیکھتی تھی تم مجھ سے تعارف چاہتے ہو۔ لیکن میں بلاسبب لوگوں کی چہ میگوئیوں کا نشانہ بننا نہیں چاہتی تھی۔ خصوصاً جبکہ میں تمھیں اپنا شوہر بنانا نہیں چاہتی ـــ نہ تمھیں، نہ کسی اور انسان کو"

"نہ کسی انسان کو!" انٹونیو نے دانت پیسکر کہا "تم ہرگز یہ نہیں کہہ سکتیں، صرف اسی وقت کہہ رہی ہو، کیونکہ اُس مصوّر سے شادی پسند نہیں کی۔ لیکن تم ناسمجھ ہو۔ آج نہیں تو مستقبل میں تمھیں شادی کرنی ہی پڑے گی۔ مصوّر نہ سہی، کسی اور کو شوہر بناؤ گی"

"کون جانتا ہے؟" موریلا نے سنجیدگی سے کہا "مستقبل کو کوئی نہیں جان سکتا۔ ممکن ہے میں اپنا خیال بدل دوں۔ لیکن تمھیں اس کی فکر کیوں ہے؟"

"مجھے فکر کیوں ہے؟" انٹونیو چلایا۔ بیچ کشتی میں کھڑا ہوگیا۔ کشتی دائیں بائیں جھکنے لگی "مجھے فکر کیوں ہے؟ یہ تم کہتی ہو؟ خوب جانتی ہو! قسم کھاکر کہتا ہوں، جس شخص کو بھی مجھ پر ترجیح دوگی، اُس کی جان میرے ہاتھ سے جائے گی! میں برداشت نہیں کرسکتا! برداشت نہیں کرسکتا!"

"کیا؟" موریلا نے پیشانی پر بل ڈالکر کہا "کیا میں تم سے کوئی وعدہ کرچکی ہوں؟ اگر تم پاگل ہوجاؤ تو میرا کیا قصور ہے؟ تمھیں مجھ پر کیا حق حاصل ہے؟"

"آہ! حق!" ملاح نے جوش سے چلانا چاہا مگر اُسے رونا آگیا۔ آواز رُک گئی "بے شک میرا حق کہیں لکھا ہوا نہیں ہے۔ کسی حاکم نے مانا نہیں ہے۔ کسی وکیل نے ثابت نہیں کیا ہے۔ کسی انسان نے جانا بھی نہیں ہے۔ لیکن میں محسوس کرتا ہوں، میں جانتا ہوں کہ تم پر میں حق رکھتا ہوں، ٹھیک اُسی طرح جس طرح آسمان (جنت) میں میرا حق ہے اگر میں سچیت پر مر جاؤں۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں تمھیں کسی دوسرے شخص کے ساتھ گرجے میں جاتے دیکھوں گا اور خاموش رہوں گا؟ کیا میں برداشت کرسکتا ہوں کہ گاؤں کی لڑکیاں شانے ہلاکر میرا مذاق اڑائیں؟"

"جو جی چاہے کرو" لڑکی نے سکون سے جواب دیا "میں تمھاری دھمکیوں سے ڈر نہیں سکتی۔ میں آزاد ہوں، جو میرے جی میں آئے گا، کروں گی"

انٹونیو، غصہ سے دیوانہ ہوگیا۔ اُس کا تمام بدن کانپنے لگا:

"پھر کبھی نہ کہنا" ملاح چلایا "میں وہ نہیں ہوں کہ تیری جیسی ایک لڑکی میری زندگی برباد کرڈالے۔ تو اسوقت میرے بس میں ہے۔ اچھی طرح سمجھ لے۔ میرا حکم ماننا ہوگا!"

موریلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن اُس کی آنکھیں غصہ سے لال ہوگئیں۔ اُسنے ملاح کو جرأت سے دیکھا:

"ہمت ہو تو مار ڈالو!" اُسنے پورے سکون سے کہا۔

"جو کہتا ہوں، وہی کرتا ہوں" انٹونیو نے زور سے کہا، مگر اُس کی آواز بھرا گئی "یہاں سمندر کی تہ میں ہم دونوں کی جگہ ہے۔ معزز خاتون! میں اس سے باز نہیں رہ سکتا"

اُسنے یہ لفظ بڑی حسرت و تکلیف سے کہے۔ اُس کا چہرہ بالکل دیوانوں کا سا ہوگیا تھا:

"لیکن" اُسنے پھر کہا "ہمیں ساتھ ہی چلنا چاہئے۔ ابھی چلنا چاہئے۔ فوراً چلنا چاہئے" یہ کہہ کر وہ تیزی سے آگے بڑھا اور موریلا

بصائر و حکم

عالم انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

اکابر تاریخ اسلام کے مختصر وفیات

ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ

وفات کے قریب آپنے اپنی وصیت لکھوائی اور حضرت عثمانؓ اور ایک انصاری کے ہاتھ مسجد میں بھیج دی تاکہ مسلمانوں کو سُنا دی جائے۔ وصیت حسب ذیل تھی:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ ابوبکر بن ابی قحافہ کی وصیت ہے جبکہ وہ دنیا سے رخصت ہو رہا تھا اور آخرت میں داخل ہو رہا تھا۔ یہ ایسے وقت کی وصیت ہے جبکہ منکر ایمان لے آتا، فاجر بدبختی میں پڑتا، اور جھوٹا بھی سچ بولنے لگتا ہے۔ میں نے تم پر عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کو امیر بنایا ہے۔ اگر وہ عدل کرے اور تقویٰ بَرتے، تو اُس کی بابت میرا یہی گمان اور یہی امید ہے۔ لیکن اگر وہ بدل جائے، تو میں نے تحتی الوسع بھلائی چاہی ہے۔ غیب کا علم، خدا کے سوا کسی کو نہیں"

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے "میرے والد مرض موت کے آخری دنوں میں بے ہوش ہو گئے۔ میری زبان سے بے اختیار نکل گیا، "افسوس، میرے باپ کو سخت بیماری لاحق ہو گئی ہے" اتنے میں ان کی آنکھ کھل گئی تو فرمایا "نہیں، یہ بیماری نہیں ہے، وہ چیز ہے جس کی نسبت خدا نے فرمایا ہے وجاءت سکرۃ الموت بالحق، ذلک ما کنت منہ تحید۔ پھر پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا تھا؟ میں نے عرض کیا، تین کپڑوں میں۔ پھر پوچھا، انھوں نے کس دن وفات پائی تھی؟ عرض کیا۔ پیر کے دن۔ پوچھا، آج کونسا دن ہے؟ میں نے کہا۔ پیر کا دن ہے۔ فرمایا: میں خدا سے امید کرتا ہوں کہ آج رات اور دن کے درمیان میری موت واقع ہو جائے۔ پھر اپنے کپڑوں کی طرف دیکھا اور کہا: دو مزید کپڑے ملا کر اسی میں مجھے کفنا دینا۔ میں نے کہا۔ یہ تو پرانا ہے۔ فرمایا: الحی احوج الی الجدید من المیت انما ہو للمہنۃ والصدید۔ زندہ انسان بمقابلہ مردہ کے نئے کپڑے کا زیادہ حاجت مند ہے۔ اور کفن تو ریم اور خون کے لئے ہے!

جب وفات ہوئی تو یہ دعا ریوسفی آپکے زبان پر تھی: توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین! خدایا! اس حالت میں موت دے کہ مسلم ہوں، یعنی تیرا فرمانبردار ہوں، اور ایسا کر کہ صالح انسانوں کے ساتھ میرا شمول ہو!

تاریخ وفات ۱۳ھ (۶۳۴ء)

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۴)

کو اٹھا لینا چاہا۔ مگر فوراً ہی اُسی تیزی سے اپنا داہنا ہاتھ تھامے پیچھے ہٹ گیا۔ اُس کے ہاتھ سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا۔ سوریلا نے اُسے پوری قوت سے کاٹ کھایا تھا۔

"ہا! ہا!" سوریلا قہقہہ مار کر ہنسی:

"مجھے تیرا حکم ماننا پڑے گا؟" وہ جوش سے چلائی "میں تیری لونڈی ہوں؟"

یہ کہہ کر وہ خود سمندر میں پھاند پڑی۔ ملاح کی نظروں سے غائب ہو گئی پھر نمودار ہوئی۔ اُس کے کپڑے جسم سے چمٹ گئے تھے۔ بال کھل گئے تھے بڑی طاقت و مہارت سے تیر رہی تھی۔ اُسنے کوئی لفظ نہیں کہا۔ کشتی سے دور ہونے لگی۔ ساحل کی طرف جانے لگی۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت اپنے صاحبزادے عبداللہ سے فرمایا:

"میرا چہرہ زمین پر رکھدے، شاید خدا مجھ پر مہربان ہو جائے اور رحم کرے!"

آخری کلمۂ وصیت اہل ذمہ یعنے غیر مسلم رعایا کی نسبت تھا:

"میں اپنے جانشین کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ غیر مسلم رعایا کے لئے اللہ اور اُس کے رسول کی ذمہ داری یاد رکھے۔ اُن سے جو اقرار کئے گئے ہیں، ہمیشہ پورے کئے جائیں، اُن کی اُن کے دشمنوں سے حفاظت کی جائے، اُن پر کبھی سختی نہ کی جائے"

تاریخ وفات ۲۳ھ (۶۴۴ء)

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

جب قتل کا یقین ہو گیا تو حضرت علی کو خط لکھا:

"سیلاب، چوٹی تک پہنچ گیا۔ معاملہ، حد سے تجاوز کر گیا۔ خط دیکھتے ہی میرے پاس آؤ۔ موافقت میں یا مخالفت میں"

خط کے آخر میں یہ شعر لکھا:

فان کنت ماکولا فکن خیر آکل ۔۔۔ والا فادرکنی ولما امزق

(اگر میرے لئے یہی صورت رہ گئی ہے کہ میں کسی کا نوالہ بنوں تو سب سے بہتر کھانے والے تم بنو۔ ورنہ میرے ٹکڑے اڑنے سے پہلے مجھ آکر بچالو)

۳۵ھ (۶۵۵ء) میں شہید ہوئے

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت بہت حسرت ظاہر کرنے لگے۔ لوگوں نے کہا "اے ابوعبدالرحمن! آپ کو کس چیز پر افسوس ہے؟ جواب دیا "میں دنیا پر افسوس نہیں کرتا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک وصیت کی تھی۔ فرمایا تھا "تمھارے پاس مسافر کے زاد راہ بھر سامان ہونا چاہئے" میں ڈرتا ہوں، ہم نے اس وصیت پر عمل نہیں کیا۔ کیونکہ میرے گرد یہ چیزیں جمع ہیں"

یہ کہہ کر گھر کے سامان کی طرف اشارہ کیا۔ دیکھا گیا تو گھر میں کُل سامان، ایک تلوار، ایک طشت، ایک پیالہ تھا!

۳۶ھ (۶۵۶ء) میں انتقال ہوا

امام حسن علیہ السلام

وفات کے وقت بار بار انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا شروع کیا۔ آپکے صاحبزادے نے عرض کیا "آپ بھی دُنیا پر افسوس کرتے ہیں؟" فرمایا "فرزند! دُنیا پر نہیں، خود اپنے نفس پر افسوس کرتا ہوں، کیونکہ اس جیسی کوئی چیز مجھے کبھی نہیں ملی!"

۵۰ھ (۶۷۰ء) میں انتقال کیا

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت رونے لگے۔ سبب پوچھا گیا۔ کہا:

"اس لئے روتا ہوں کہ سفر بہت دراز ہے، زاد راہ بہت کم ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ نہیں معلوم جنت میں مقام ہو گا یا دوزخ میں؟"

۵۹ھ (۶۷۸ء) میں فوت ہوئے

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت اپنی اولاد سے کہا "میری وصیت کون قبول کرے گا؟" بڑے نے کہا "میں" کہنے لگے "میرا قرضہ ادا کرنا ہوگا" پوچھا "کتنا ہے؟" کہا "۸۰ ہزار دینار!" پوچھا "کیوں لیا تھا؟" جواب دیا:

"دو قسم کے آدمیوں کی ضرورتیں پوری کرنے میں: شریف النفس غریبوں کی۔ اور حیا سے سوال نہ کر سکنے والوں کی۔ یہ مجبور ہو کر آتے تھے۔ مگر شرم سے مانگ نہ سکتے تھے۔ فرط حیا سے چہرہ سُرخ ہو جاتا تھا۔ میں سوال سے پہلے ہی انھیں دے دیتا تھا"

۵۹ھ (۶۷۸ء) میں فوت ہوئے۔

سعید بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

بڑے خوددار اور بلند ہمت تھے۔ مرض الموت میں مشورہ دیا گیا "بیمار، کراہنے سے راحت پاتا اور طبیب سے اپنی حالت بیان کرنے سے مطمئن ہوتا ہے"

کہنے لگے "کراہنا، بزدلی ہے، عیب ہے۔ خدا ہرگز میرا کراہنا نہیں سُنے گا تاکہ اُس کے حضور بزدل نہ ٹھہروں۔ رہا طبیب، تو واللہ، خدا کے سوا کسی کو بھی اپنے اوپر اختیار نہیں دوں گا۔ خدا چاہے تو مجھے رکھے، چاہے اُٹھا لے!"

ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ

فالج میں مبتلا ہوئے۔ کہا گیا "دوا کیوں نہیں کرتے؟" جواب دیا "میں دوا کا فائدہ جانتا ہوں، مگر نہ مریض ہی زندہ رہے گا نہ طبیب پھر دوا کیوں کروں؟"

۶۷ھ (۶۸۶ء) میں وفات پائی

معاویہ بن یزید بن معاویہ

وفات کے وقت مشورہ دیا گیا "اپنے خاندان میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کر جائیے"

جواب دیا "میں نے خلافت سے نہ زندگی میں فائدہ اُٹھایا نہ مرنے کے بعد اُس کا بوجھ اُٹھاؤں گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ بنی اُمیہ اُس کی شیرینی لیں اور میرے حصے میں تلخی رہے"

۶۴ھ (۶۸۳ء) میں وفات پائی۔

جمیل (مشہور شاعر عرب)

جمیل کا عشق بُثینہ سے مشہور عام ہے۔ ابوسہل ساعدی عیادت کو گیا۔ نزع کی حالت تھی۔ جمیل نے کہا "ابوسہل! ایسے آدمی کی بابت کیا کہتے ہو جو خدا سے اس حال میں ملتا ہے کہ اُس نے کبھی کسی کا خون نہیں بہایا، شراب نہیں پی، کبھی بدکاری نہیں کی۔ کیا اس کے لئے جنت کی امید ہے؟"

ساعدی نے کہا "بخدا ہاں، مگر وہ کون ہے؟"

"مجھے امید ہے کہ میں ہوں" جمیل نے جواب دیا۔

ساعدی نے بُثینہ کا ذکر کیا۔

"دیکھو" جمیل نے آہ سرد بھر کر کہا "یہ دنیا میں میرا آخری دن ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شفاعت سے محروم ہو جاؤں اگر کبھی بُثینہ کی طرف میں نے بدی سے نظر کی ہو"

جب وفات بالکل قریب پہونچی تو جمیل نے اپنے ایک دوست کو بلا کر یہ وصیت کی:

جب میں مر جاؤں، تو گھر کا تمام سامان تمھارا ہے۔ صرف میرے کپڑوں کا ایک جوڑا اس سے الگ ہے۔ تم میری اونٹنی پر سوار ہو کر بُثینہ کے قبیلہ میں جانا اور بلند جگہ پر کھڑے ہو کر میرے کرتے کا گریبان پھاڑ ڈالنا پھر چلا کر یہ شعر پڑھ دینا:

صدع النعی وماکنی بجمیل   وثوی بمصر ثواء غیر قفول

موت بے دھڑک آ پہونچی، جمیل سے کوئی رعایت نہ کی۔ وہ اب اس طرح مقیم ہو گیا کہ کبھی واپسی نہ ہو گی۔

ولقد اجر الذیل فی وادی القری   نشوان بین مزارع ونخیل

میں وادی قری میں کھیتوں اور نخلستانوں میں خوشی خوشی پھرا کرتا تھا۔

قومی بُثینۃ فاندبی بعویل   وابکی خلیلک دون کل خلیل

بُثینہ! اُٹھ اور نوحہ کر۔ اپنے سب سے بڑے دوست کے لئے!

دوست نے وصیت پوری کر دی۔ جمیل نے ۸۲ھ (۷۰۱ء) میں انتقال کیا۔

مہلب بن ابی صفرہ

وفات کے وقت اپنے تمام لڑکوں کو جمع کیا۔ پھر ترکش منگایا اور کہا "کیا تم یہ تمام ایک ساتھ بندھے ہوئے تیر توڑ سکتے ہو؟" اُنھوں نے کہا "نہیں" مہلب نے کہا "اگر الگ الگ ہوں؟" اُنھوں نے جواب دیا "ایک ایک تیر کا توڑنا بالکل آسان ہے" مہلب نے کہا "یہی مثال اتفاق و اتحاد اور جماعت کی ہے۔ ملے رہوگے تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ الگ الگ ہو جاؤگے تو بہ آسانی ہلاک کر دیئے جاؤگے"

۸۳ھ (۷۰۲ء) میں فوت ہوئے

عبدالملک بن مروان

موت کے وقت اپنے بیٹے ولید سے کہا:

"دیکھ میری موت پر بیوقوف عورتوں کی طرح بیٹھ کر آنسو نہ بہانا۔ بلکہ کمر باندھنا، آستین چڑھانا، چیتے کی کھال پہن لینا۔ مجھے میرے گڑھے میں ڈال کر چھوڑ دینا۔ میں اپنا معاملہ خود چکا لوں گا۔ لیکن تم اپنے معاملہ کی فکر کرنا۔ لوگوں کو بیعت کے لئے بلانا۔ جو اپنے سر سے یوں کرے (یعنی انکار کرے) تو تم بھی اپنی تلوار سے یوں کرنا" (یعنی اُس کی گردن اُڑا دینا)

پھر یزید بن معاویہ کے دونوں لڑکوں، محمد اور خالد کو طلب کیا۔ اُن سے پوچھا "کیا ولید کی بیعت پر نادم ہو؟" اُنھوں نے جواب دیا "ہم ولید سے زیادہ کسی کو بھی خلافت کا حقدار نہیں سمجھتے" عبدالملک نے کہا "واللہ اگر تم کچھ اور جواب دیتے تو فوراً تمھارا سر اُڑا دیتا!" پھر اپنے بچھونے کا کنارا اُٹھا کر دکھایا۔ نیچے شمشیر برہنہ رکھی تھی!

یہ اُس وقت کی گفتگو ہے جب سکرات موت طاری تھی۔ عبدالملک نے کہنا شروع کیا "وہ خدا کتنا بڑا ہے جو چھوٹے بڑے، سب کو بے پروائی سے موت دیتا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

اسی لفظ پر روح پرواز کر گئی۔

اصمعی کہا کرتا تھا "میں عبدالملک پر حسد کرتا ہوں۔ کیونکہ اُس نے مرتے وقت کہا تھا، خدایا! میرے گناہ اگرچہ بے شمار ہیں اور بے حد بڑے ہیں، لیکن تیرے عفو کے سامنے بہت کم اور بہت چھوٹے ہیں لہٰذا مجھے معاف کر دے!"

کہتے ہیں، عبدالملک نے وفات کے وقت اپنے محل کی کھڑکی سے ایک دھوبی کو کپڑے دھوتے دیکھا تھا۔ اُس نے ٹھنڈی سانس لی، اور کہنے لگا "کاش میں اس دھوبی کی طرح ہوتا کہ اپنی روز کی کمائی سے پیٹ پالتا! کاش میں خلیفہ نہ بنا ہوتا!" پھر یہ شعر پڑھا:

لیتنی کنت قبل ما قد بدالی   فی رؤوس الجبال ارعی الوعولا!

ابوحازم نے یہ قول سنا تو کہنے لگے "الحمد للہ۔ یہ لوگ موت کے وقت اُس بات کی تمنا کرتے ہیں جو ہمیں حاصل ہے۔ لیکن ہم موت کے وقت اُن کی حالت کی آرزو نہیں کرتے!"

۸۶ھ (۷۰۵ء) میں وفات پائی۔

ابن القریہ

مشہور عرب خطیب ابن القریہ کو قتل کرنے کا حجاج بن یوسف نے حکم دیا۔ جلاد تلوار لے کر آیا۔ ابن القریہ نے کہا "ہذا حاکم کی درستگی کرے! میں مرنے سے پہلے تین لفظ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں جو میرے بعد ضرب المثل ہو کر ہمیشہ زندہ رہیں گی"

حجاج نے کہا "کہہ، کیا کہتا ہے؟"

ابن القریہ نے کہا "ہر اصیل گھوڑا ٹھوکر کھاتا ہے۔ ہر تلوار کند ہو جاتی ہے۔ ہر دانا سے غلطی ہوتی ہے"

حجاج نے کہا "یہ وقت، مذاق کا نہیں ہے۔ جلاد! اپنا کام کر!"

جلاد کا ہاتھ چلا اور ابن القریہ کا سر، زمین پر تھا۔

۸۴ھ (۷۰۳ء) کا یہ واقعہ ہے۔

اخطل

مشہور شاعر اخطل سے موت کے وقت پوچھا گیا "کوئی وصیت؟" کہا "ہاں" پھر اپنے دوست فرزدق کو یہ وصیت کی:

اوصی الفرزدق عند الممات   بام جریر واعیارہا

(میں موت کے وقت فرزدق کو وصیت کرتا ہوں کہ جریر کی ماں اور اُس کی سوکنوں کا خیال رکھے)

۹۰ھ (۷۰۸ء) میں فوت ہوا

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ امام کوفہ

موت کے وقت سخت خوفزدہ ہوئے۔ لوگوں نے اعتراض کیا، کہنے لگے "اس حالت سے زیادہ خطرناک حالت اور کیا ہو سکتی ہے؟ ہر لمحہ دھڑکا لگا ہے کہ پروردگار کا قاصد پہونچے اور جنت یا دوزخ کی خبر دے۔ قسم خدا کی، میری تمنا ہے کہ قیامت تک میری روح یوں ہی حلق میں پھنسی رہے!"

۹۶ھ (۷۱۴ء) میں انتقال کیا

مروان بن محمد

بنی امیہ کا آخری خلیفہ مروان بن محمد جب عباسیوں کے ہاتھ قتل ہونے لگا تو یہ شعر کہے:

الدہر یومان: ذا امن وذا حذر   والعیش شطران: ذا صفو وذا کدر

زمانہ، دو ہی دن ہیں: امن کا دن اور اندیشہ کا دن۔ زندگی کیا ہے؟ آدھی میں خوشی، آدھی میں رنج۔

وکم علی الارض من خضر ویابسۃ   ولیس یرجم الا ما لہ ثمر

زمین پر بے شمار خشک و تر چیزیں ہیں، مگر پتھر اُسی درخت پر مارے جاتے ہیں جس میں پھل ہیں۔

قل للذی بصروف الدہر عیرنا   ہل عیر الدہر الا من لہ خطر

زمانے کے انقلاب پر طعنہ دینے والوں سے کہہ دو کہ زمانہ اُسی کے خلاف ہو جاتا ہے جو کوئی درجہ رکھتا ہے۔

اما تری البحر تعلو فوقہ جیف   وتستقر باقصی قعرہ الدرر

تم دیکھتے نہیں دریا ہی کی سطح پر مُردے تیرتے ہیں لیکن موتی اُس کی تہ میں بیٹھے رہتے ہیں۔

وان تکن عبثت ایدی الزمان بنا   ونالنا من تجنی بؤسہ ضرر

اگر زمانے کے ہاتھوں نے ہمیں ستایا اور اُس کی سختیاں ہم پر پڑی ہیں،

ففی السماء نجوم لا عداد لہا   ولیس یکسف الا الشمس والقمر

تو کوئی تعجب نہیں۔ آسمان میں بے شمار ستارے موجود ہیں مگر گہن صرف چاند اور سورج ہی کو لگتا ہے۔

۱۳۲ھ (۷۵۰ء) میں قتل ہوا

ابوجعفر منصور

عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور نے سفر حج میں مقام "بئر میمون" پر پہونچکر جب اپنی وفات قریب دیکھی، تو اپنے ولی عہد، مہدی کو طلب کیا۔ اُس وقت ابوجعفر کے سامنے ایک بڑا تھیلا رکھا تھا۔ اس میں کتابیں اور حساب کے کاغذات رہتے تھے۔ کبھی کسی شخص کو اُسے ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔

ولی عہد کو دیکھ کر خلیفہ نے کہا:

"فرزند! یہ تھیلا دیکھ۔ اس کی حفاظت کرنا، کیونکہ اس میں تیرے بزرگوں کا علم محفوظ ہے۔ اس شہر (بغداد) کا خیال رکھنا۔ کسی اور شہر کو اپنا پایہ تخت نہ بنانا۔ کیونکہ یہ شہر تیرا اپنا ہے اور اس میں تیری عزت ہے۔ میں نے اُس میں تیرے لئے اتنے خزانے جمع کر دیئے ہیں جتنے کبھی کسی خلیفہ نے جمع نہیں کئے تھے۔ حتیٰ کہ اگر دس برس بھی تجھے سلطنت کا خراج نہ ملے تو بھی یہ خزانے جملہ مصارف کے لئے کافی سے زیادہ ہونگے۔ ان کی حفاظت کرنا، کیونکہ اُن کی موجودگی میں تجھے ہمیشہ قوت حاصل رہے گی۔ تیرا گھر آباد رہے گا۔ لیکن میں جانتا ہوں تو اُن کی حفاظت نہیں کرے گا۔

"اپنے خاندان سے نیک سلوک کرنا۔ اُنھیں عزت بخشنا۔ اُن پر احسان کرنا۔ ان کے لئے منبر نصب کرنا۔ اُن کی چوکھٹوں پر لوگوں کو جھکانا۔ کیونکہ اُن کی عزت، تیری عزت ہے۔

"اپنے غلاموں سے نیکی کرنا۔ اپنے قریب رکھنا۔ اُن کی تعداد میں اضافہ کرنا۔ کیونکہ مصیبت کے وقت وہ تیری سپر ہونگے۔

"خراسانیوں کے بارے میں میری نیک وصیت یاد رہے۔ وہ تیرے حامی و مددگار ہیں۔ اُنھوں نے اپنی جان و مال سے تیری مدد کی ہے۔ اُن سے اچھا برتاؤ کرنا۔ اُن کی خطائیں معاف کرنا۔ اُن کے یتیموں اور بیواؤں کی خبر لینا۔

"خبردار! کوئی نیا شہر آباد نہ کرنا۔ کیونکہ تو اُسے پورا نہ کر سکے گا۔ خبردار! عورتوں کو اپنے مشورے میں داخل نہ کرنا۔ یہ میری آخری وصیت ہے"

جب دم لبوں پر آیا تو کہا "بادشاہ وہ ہے جو نہ مرے!"

۱۵۹ھ (۷۷۵ء) میں انتقال کیا

امام سفیان ثوری رح

موت کے وقت نہایت مضطرب تھے۔ کہا گیا "ابوعبداللہ! یہ اضطراب کیوں؟ کیا آپ اُس ذات کے پاس نہیں جا رہے ہیں، جس کی آپنے ہمیشہ عبادت کی اور ہمیشہ اُسی کی طرف بھاگتے رہے؟"

کہنے لگے "تمھارا بھلا ہو! میں ایک ایسے راستہ میں سفر شروع کرنے والا ہوں، جسے میں نہیں جانتا اور اُس پروردگار کے روبرو پہنچنے والا ہوں، جسے میں نے دیکھا نہیں ہے!"

۱۶۱ھ (۷۷۸ء) میں وفات پائی۔

عبداللہ بن عبدالعزیز

موت کے وقت کہنے لگے "خدا کی نعمت کا ذکر کرتا ہوں۔ اگر پوری

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم
(۳۰ : ۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

قدیم قسطنطنیہ پر ایک جدید نظر!

(مصری اہلِ قلم استاذ مرسی محمود کے قلم سے)

مسجد ایا صوفیہ

سیاحانِ عالم نے ہمیشہ اعتراف کیا ہے کہ ایا صوفیہ کے مشاہدے سے تعمیری و معنوی جلال و جمال کی جو عظمت انسان کے دل و دماغ کو مسخر کر لیتی ہے، وہ دنیا کی کسی موجودہ عمارت میں نہیں پائی جاتی۔ لندن کے وسٹمنسٹر، پیرس کے پانتھیوں، رومس کے کنیسے، ایتھنز کے کریتول، اقصر کے معبد کرنک اسکے محل، کوئی بھی اُس نوعیت کی تاثیر نہیں رکھتا، جو ایا صوفیہ کے لئے مخصوص ہے۔ میں نے جلیل القدر توتاخن آمن کی لاش اُس کے پُر شوکت مقبرے میں دیکھی ہے، وہ مقبرہ جس کے انکشاف نے دُنیا بھر کے اعصاب ہلا دئیے ہیں۔ لیکن میرے دل پر وہ اثر نہیں پڑا جو کل ایا صوفیہ کے مشاہدے سے محسوس ہوا تھا؛ اور جو شاید زندگی بھر محسوس ہوتا رہے گا!

کنیسۂ ایا صوفیہ، اب مسجد ایا صوفیہ بن گیا ہے۔ یہی بہتر اور مناسب بھی تھا۔ کیونکہ قدیسۂ صوفیہ، جس کے نام پر یہ عمارت بنائی گئی ہے، عزت و عادت کے اعتبار سے، ایک مستقبل معبد بننے کی مستحق نہیں ہے۔

یہ عظیم کنیسا، جسے کوسٹنیان نے شہیدۂ قدیسہ صوفیہ کی یادگار بنانے کے لئے تعمیر کیا تھا، اور جسے عظیم اسلامی بادشاہ محمد ثانی نے مسجد بنا دیا، صدیوں پر صدیاں گزر جانے کے بعد بھی اپنے مسیحی مظاہر و خصوصیات برقرار رکھے ہوئے ہے۔ ابتک یہ پورا کنیسا ہے۔ اُس کی صلیبی شکل بدستور قائم ہے۔ اُس کے مختلف حصے، جن کی ترتیب و تنسیق میں صلیبی شکل مدِ نظر رکھی گئی ہے، ابتک اپنی صلیبیت ہی پر باقی ہیں۔ اُس کے ستون ابتک کوسٹنیان اور اُس کی ملکہ کے نشان وفاداری کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ اُس کے اندر دونوں پہلوؤں میں بپتسما دینے کے حوض ابتک موجود ہیں۔ یہ سنگ مرمر کے ہیں۔ اُن کی شکل مرتبانی ہے۔ اِن میں اب نمازی عورتیں وضو کرتی ہیں۔ اُس کی دیواروں پر مقدس نقوش بھی ابتک نظر آتے ہیں، اگرچہ ترکوں نے اُنھیں محو کرنے کی کوشش کی تھی۔ حضرت مریم (علیہا السلام) کی تصویر آج بھی اپنی موثر آنکھوں سے نمازیوں کی صفیں دیکھنے کے لئے موجود ہے۔ ترکوں نے اُس کا مصورانہ نقشہ مٹانے کی کوشش کی کیونکہ اسلام کی عبادت گاہ اِس نشانِ شرک کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی، مگر پوری طرح نہ مٹ سکا شاید یہ اُس کا "معجزہ" ہے کہ وہ ایک ایسے تاریک حصے میں ہے جہاں سے وہ سب کو دیکھتی ہے، مگر اُسے سب دیکھ نہیں سکتے!

یہ عجیب اتفاق ہے کہ اُس کی محراب - حالانکہ وہ کنیسا تھی - بغیر کسی ترمیم کے مسجد کی محراب بن گئی۔ کیونکہ ٹھیک قبلہ کی سمت میں واقع تھی۔ یہی سبب ہے کہ نماز میں تم اپنے آپ کو ایسے رنگین شیشوں کے سامنے پاؤ گے جو صرف کنیسوں ہی میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ تمھاری نگاہ جدھر اُٹھے گی، آیات قرآنی اور عربی عبارتیں نظر آئیں گی، مگر تم یہی محسوس کرو گے کہ مسجد میں نہیں، مسیحی کنیسے میں ہو۔ کیونکہ ایا صوفیہ کی مجموعی ہیئت ابتک بالکل کنیسے ہی کی ہے۔

اِس محراب کے قریب، جو صلیب کا سر پیش کرتی ہے، سنگ مرمر کا وہ منبر ابتک قائم ہے جس پر مسیحی خطیب کھڑا ہوتا تھا۔ اِسی کے بالمقابل ایک اور منبر بنایا گیا ہے۔ اُس پر اسلامی خطیب کھڑا ہوتا ہے۔ یہ دونوں منبر گویا تاریخ کے دو اہم صفحے ہیں اور کبھی محو ہونے والے نہیں!

مسجد کے ساتوں فولادی پھاٹک اتنے عظیم الشان ہیں کہ مستحکم قلعوں کے پھاٹک معلوم ہوتے ہیں۔ ہر پھاٹک کی فولادی چادر پر صلیب بنی ہے۔ ترک فاتحوں نے اُس کا اُفقی خط مٹا دیا ہے۔ لیکن طولی خط آجتک ویسا ہی موجود ہے جیسا قدیم عہد میں تھا۔

میں زیادہ تفصیل کرنی نہیں چاہتا۔ کیونکہ بے فائدہ ہے۔ کتنی ہی کوشش کروں، قارئین، اصلیت کا عشر عشیر بھی تصور نہ کر سکیں گے۔ مختصر یہ ہے کہ سابق کا یہ کنیسا اور حال کی مسجد، ایک ایسی عمارت ہے جس سے زیادہ خوبصورت اور شاندار عمارت، انسانی آنکھ اِس وقت صفحۂ زمین پر کہیں نہیں دیکھ سکتی!

بازلیک

ایا صوفیہ میں نمازِ جمعہ ادا کرنے کا ہم نے ارادہ کیا۔ لیکن مسجد میں جانے سے پہلے بازلیک میں داخل ہوئے۔ بازلیک، ایا صوفیہ کے قریب واقع ہے۔ یہ دراصل زمین کے نیچے ایک بہت بڑا حوض یا رومانی وضع کا تالاب ہے۔ تقریباً ۲۳۶ ستونوں پر قائم ہے۔ اِس سے مقصود یہ تھا کہ دشمن کے محاصرے کے وقت اِس میں پانی محفوظ رکھا جائے، تاکہ شہر پیاس سے ہلاک نہ ہو جائے۔ یہ تالاب، ایک سرنگ کے ذریعہ ایا صوفیہ سے ملا دیا گیا ہے اور آسانی سے آمد و رفت ممکن ہے۔

ایا صوفیہ میں نمازِ جمعہ

بازلیک کی سیر سے فارغ ہو کر ہم نمازِ جمعہ کے لئے روانہ ہوگے۔ ہمیں یہ دیکھنے کا از حد شوق تھا کہ ترکی کے موجودہ اجتماعی انقلاب کے بعد ہیٹ پوش ترک نماز پڑھتے ہیں یا نہیں؟ اگر پڑھتے ہیں تو ہیٹ کے ساتھ کیونکر پڑھتے ہیں؟

لیکن مسجد میں داخل ہوتے ہی ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی ہم نے دیکھا، مسجد نمازیوں سے لبریز ہے۔ جب کبھی ایا صوفیہ کی بابت کہا جائے کہ لبریز ہے، تو سمجھ لینا چاہئے کہ ہزارہا آدمی اُس میں موجود ہیں۔ ممکن ہے ۱۰ ہزار ہوں۔ ممکن ہے بیس ہزار ہوں۔ ممکن ہے ۵۰ ہزار ہوں تعداد کا صحیح اندازہ کون کر سکتا ہے؟

یہ دیکھ کر ہمیں اور بھی تعجب ہوا کہ سب ہیٹ پہنے ہیں۔ اُسوقت ہمیں معلوم ہوا کہ ترکوں نے جو ہیٹ پہنی ہے، وہ یورپین ہیٹ نہیں ہے۔ ترکوں نے اُسے بھی ایا صوفیہ کی طرح مسلمان کر لیا ہے۔ یہ ہیٹ، مسجد میں بھی اُنکے سروں پر موجود تھی۔ اور اللہ کی عبادت سے روک نہیں سکتی تھی!

ابھی ہماری حیرت بدستور باقی تھی۔ ہم سوچتے تھے، اِس ہیٹ کے ساتھ لوگ نماز کیسے پڑھیں گے؟ لیکن ہم نے دیکھا، جو آدمی نماز کے لئے اُٹھتا ہے، ہیٹ اپنے سامنے رکھ لیتا ہے اور جیب سے معمولی کپڑے کی ٹوپی نکال کر پہن لیتا ہے۔ بہت سے ایسے بھی تھے جن کے پاس خاص ٹوپیاں نہ تھیں۔ وہ رومال سر پر باندھ لیتے تھے۔ خود ہم نے بھی اِسی طرح نماز پڑھی۔ بعض ایسے بھی تھے جو نرم ہیٹ پہنے تھے۔ انھوں نے نماز کے وقت اپنی ٹوپیاں گھما دیں۔ بلند کنارا پیچھے کر دیا اور لپٹ کنارا سامنے، تاکہ رب العالمین کے حضور اپنا ماتھا زمین پر رکھ سکیں!

ترک قاری

ہم اسلامی اور مسیحی دونوں منبروں کے مابین بیٹھے۔ ہم سے کچھ فاصلہ پر سنگ مرمر کے ۶ بلند پایوں پر ایک وسیع بیٹھک تھی۔ اُس پر چار ترک قاری بیٹھے خوش الحانی سے قرآن پڑھ رہے تھے۔ ہر قاری ایک ایک گوشہ میں تھا۔ چھوٹی چھوٹی سورتیں تلاوت کرتے تھے۔ ترتیب یہ تھی کہ پہلے ایک قاری پڑھتا۔ پھر اُسی کا اعادہ باری باری باقی تینوں قاری کرتے تھے۔ آخر میں سب ملکر کہتے: "سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الہ الا اللہ، واللہ اکبر"

میں نے اپنے عرب رفقاء کا امتحان لینا چاہا۔ اُن سے پوچھا یہ لوگ کون سورتیں پڑھ رہے ہیں؟ مگر وہ جواب نہ دے سکے۔ لیکن ہمیں بالآخر معلوم ہو گیا کہ وہ سورۂ الم نشرح اور اُس کے بعد کی سورتیں پڑھ رہے تھے۔ آخر میں اُنھوں نے سورۂ فاتحہ تلاوت کی۔ پھر سورۂ بقرۂ،

(بقیہ مضمون صہ۱۷)

دُنیا میرے قدموں کے نیچے آجائے تو بھی میں اُسے لینے والا نہیں کیونکہ میں ہمیشہ اسی دن سے ڈرتا رہا ہوں جو آج درپیش ہے"

سنہ ۱۸۲ھ (سنہ ۷۹۸ء) میں انتقال کیا

سیبویہ امام نحو

مشہور نحوی سیبویہ نے وفات کے وقت یہ شعر پڑھا:

یؤمل دنیا لتبقی لہ فمات المؤمل قبل الامل

آرزو کرنے والے نے آرزو کی کہ دنیا ہمیشہ باقی رہے۔ لیکن آرزو سے پہلے ہی آرزو کرنے والا مر گیا۔

یہ کہہ کر بیہوش ہو گئے۔ سر بھائی کے زانو پر تھا وہ رونے لگے۔ انھوں نے آنکھ کھول دی۔ اُن کے آنسو دیکھ کر کہا:

وکنا جمیعاً فرق الدہر بیننا الی الامد الاقصی فمن یامن الدہرا

ہم سب ساتھ تھے، زمانے نے ہمیشہ کے لئے جُدا کر دیا۔ پس زمانے پر کون بھروسہ کر سکتا ہے؟

سنہ ۱۸۶ھ (سنہ ۸۰۲ء) میں وفات پائی۔

مفلحون تک پڑھی۔

قرأت ختم ہونے پر اُن میں سے ایک نے اور بھی زیادہ خوش الحانی گر عجیت کے ساتھ ایک دعا مانگی۔ اسمیں سلطان محمد فاتح کا ذکر تھا جو اس مسجد کا گویا بانی ہو۔ نیز ایک اور سلطان کا بھی نام لیا مگر ہم سمجھ نہ سکے۔

ترک خطیب

اب خطیب منبر پر کھڑا ہوا۔ خطبہ دیا۔ یہ خطبہ عربی زبان میں تھا۔ مگر اس کا لہجہ ہم عربوں کے لئے ناقابل فہم تھا۔ ہم خطبہ کا صرف پہلا جملہ سمجھ سکے جو یہ تھا: "الحمد للہ، الحمد للہ، الحمد للہ الذی انعم علی المومنین بنجم القرآن"

خطیب نے خطبہ کے آخر میں "جیوش المسلمین وعساکر الموحدین" کے لئے دعا کی اور ترکی جمہوریت کے بقا و دوام کی التجا پر خطبہ ختم کیا۔

ترک نمازی

ترک نمازیوں کے آداب دیکھ کر میں بہت متاثر ہوا۔ نہایت ہی عقیدت و احترام کے ساتھ صفوں میں بیٹھے تھے۔ از حد خشوع و خضوع، اُن پر طاری تھا، حالانکہ وہ خطبہ و تلاوت میں سے ایک لفظ بھی نہیں سمجھتے تھے۔ مجھے اعتراف کرنا پڑا کہ یہ بہادر قوم، اپنے ایمان میں نہایت راسخ ہو۔ لباس اور وضع قطع میں کتنی ہی تبدیلی ہو جائے، مگر اُس کے ایمان میں کوئی تزلزل نہیں ہو سکتا۔ درحقیقت یہ قوم، تمام مسلمانوں کے لئے قابل فخر ہو۔

نمازی عورتیں

مسجد کے آخری حصہ میں عورتوں کے لئے ایک جگہ خاص کر دی گئی ہو۔ یہ جگہ بھی بھری ہوئی تھی۔ ظاہر ہو کہ بوڑھی عورتیں ہی نماز کی طرف زیادہ راغب ہوتی ہیں۔ چنانچہ ان میں اکثر عورتیں بوڑھی تھیں۔ شاید قدیسہ صوفیہ ایسی ہی نمازی عورتیں اپنے معبد میں دیکھنا پسند کرتی ہو!

مسجد میں عربی تحریریں

اوپر کہہ چکا ہوں کہ مسیحی نقوش کی جگہ جابجا قرآنی آیتیں اور عربی عبارتیں لکھ دی گئی ہیں۔ چنانچہ درمیانی قبہ کے مرکز کے گرد یہ آیت خط ثلث میں کندہ ہو۔ "اللہ نور السموات والارض، مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح، المصباح فی زجاجۃ، الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ"

محراب میں یہ آیت لکھی ہو "فاسجدوا للہ واعبدوا"

دیواروں پر جابجا اللہ، محمد، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، حسن، حسین (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے اسمار گرامی درج ہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی تختیاں آویزاں ہیں، اور اُن میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اور بہت سی عربی نصیحتیں لکھی ہیں۔

یہ تمام کتبے، فن خطاطی کے اعلیٰ ترین نمونے ہیں۔ شاید ہی کہیں اُن کی نظیر مل سکے۔

ایک عجیب وصف

ایا صوفیہ کی عمارت میں یہ عجیب ہندسی وصف موجود ہو کہ اُس میں کوئی آواز کتنی ہی آہستہ بلند ہو، اُس کی بازگشت خوب بلند اور بالکل صاف ہوتی ہو۔ چنانچہ امام کے پورے خطبے کی بازگشت در و دیوار سے صاف سنائی دیتی تھی۔ یہ وصف ہم نے کسی دوسری عمارت میں نہیں دیکھا۔

ایا صوفیہ کو کنیسہ بنانے کی برطانی کوشش

ایا صوفیہ کو دوبارہ کنیسا بنا دینے کی کوشش یورپ مدت سے کر رہا ہو۔ مگر سب سے زیادہ خطرناک اور آخری کوشش اُس وقت کی گئی تھی، جب جنگ عمومی کے بعد اتحادیوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ مسجد کے بالکل قریب اب تک دو چوبی فوجی بارکیں موجود ہیں۔ خالی اور اجاڑ پڑی ہیں۔ وضع سے برطانی فوجوں کی معلوم ہوتی ہیں۔ انھیں دیکھ کر مجھے تعجب ہوا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ مکان اس غرض سے بنائے گئے تھے کہ ان میں انگریز سپاہی رہیں گے، تاکہ مسجد میں نمازیوں کو داخل ہونے سے باز رکھیں۔ اُس وقت اتحادیوں نے یہ مجنونانہ فیصلہ کر لیا تھا اور امروز فردا میں اُس کا اعلان کرنا چاہتے تھے۔ مگر بروقت ترکوں کو خبر لگ گئی۔ اُن کے کئی ہزار آدمی مسجد میں جمع ہو گئے اور طے کر لیا کہ موت سے پہلے ایا صوفیہ کو گرجا بننے نہیں دیں گے۔ اُنکے ارادے کی خبر ہوا کی طرح پورے شہر میں پھیل گئی اور عام شورش کا سامان ہونے لگا۔

اتحادی ڈر گئے اور اپنا فیصلہ کسی دوسرے مناسب وقت کے لئے ملتوی کر دیا۔ اُنھیں یقین تھا، سال دو سال بعد پوری طرح قابو حاصل کر کے یہ کارروائی کر سکیں گے۔ مگر مشیت الٰہی اس کے خلاف تھی۔ اتحادیوں کو نامراد قسطنطنیہ خالی کر دینا پڑا۔ ایا صوفیہ آج تک مسجد ہی ہو اور انشاء اللہ مسجد ہی رہے گی۔

دل آزار مذہبی تحریریں اور مسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اسلام اور سزائے قتل

ایک خط کے جواب میں

الہلال نمبر ۱۳ میں۔ ایک عزیز طالب حق کی جو مراسلت درج کی گئی تھی، افسوس ہو کہ پے در پے سفر اور علالت طبع کی وجہ سے اُس کی طرف متوجہ ہونے کی مہلت نہیں ملی۔ اب اس کے لئے وقت نکال سکا ہوں۔

مذہب اور پیروان مذہب

میرا خطاب عزیز موصوف سے ہو۔

افسوس ہو، اس خط میں آپ نے اپنے جو تاثرات ظاہر کئے ہیں، وہ اُسی اصولی غلطی کا نتیجہ ہیں جس سے پرہیز کرنے کا آپ نے ارادہ کیا تھا۔ آپ کو یاد ہو گا کہ جب آپ پہلے پہل مجھ سے ملے، اور اپنے دل کے شکوک و اضطراب مجھ پر ظاہر کئے، تو میں نے بعض مقدمات آپکے ذہن نشین کرنے چاہے تھے۔ میں نے کہا تھا کہ یہ وہ بنیادی مقدمات ہیں جن کے بغیر آج طلب حقیقت کی راہ میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھایا جا سکتا۔ من جملہ اُن مقدمات کے ایک مقدمہ یہ تھا کہ مذہب اور پیروان مذہب کا امتیاز ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔ یہ دو مختلف چیزیں ہیں۔ ایک چیز نہیں ہو۔ مذہب کے بارے میں ہماری دو تہائی مایوسیاں صرف اسی غلطی کا نتیجہ ہوتی ہیں کہ ہم بسا اوقات ان دونوں کا عددی اختلاف بھول جاتے ہیں۔ میں سب سے پہلی بات جو آپکے علم میں لانی چاہتا ہوں یہ ہو کہ آپ نے جستجوئے حقیقت میں ایک بنیادی صداقت معلوم کی تھی اور اب اُس کا سررشتہ آپکے ہاتھ سے چھوٹا جا رہا ہو اور افسوس ہو کہ آپ متنبہ نہیں ہیں۔

آپ لکھتے ہیں "ایک بڑی مشکل ہم لوگوں کی راہ میں یہ ہو کہ آپ جیسے بزرگ اسلام کی تعلیم اور اسپرٹ جو کچھ ظاہر کرتے ہیں، وہ جب دنیا کے مسلمانوں کی تعلیم میں ڈھونڈھی جاتی ہو تو نہ صرف یہ کہ نہیں ملتی بلکہ ایسی ایسی باتیں سامنے آتی ہیں کہ کوئی انصاف پسند دماغ شک و شبہ کے طوفان سے محفوظ نہیں رہ سکتا" سوال یہ ہو کہ اسلام کی جو تعلیم آپکے علم میں آئی ہو اگر فی الحقیقت آپ مطمئن ہو گئے ہیں کہ وہ اسلام کی تعلیم ہو، تو پھر آپ "دنیا کے مسلمانوں" کی تعلیم میں اُسے ڈھونڈھنا کیوں چاہتے ہیں؟ آپ کو "اسلام" کی تعلیم کی تلاش ہو یا "مسلمانوں" کی تعلیم کی؟ یقیناً یہ دونوں چیزیں ایک نہیں ہو سکتیں۔ ایک چیز تعلیم بہ حیثیت تعلیم کے ہو اور ایک چیز اُسکے پیروؤں کا فہم و عمل ہو۔

اگر آپ کو اسلام کی تعلیم کی جستجو ہو، تو وہ دنیا کی ہر تعلیمی حقیقت کی طرح صرف اپنے حقیقی سرچشمہ ہی میں ڈھونڈھی جا سکتی ہو، نہ کہ انسانوں کی تعلیم میں اگرچہ وہ انسان اپنے اعتقاد میں مسلمان ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر آپکی اُس سرچشمہ تک رسائی ہو گئی ہو (اور کم از کم میرا تاثر آپکی نسبت یہ تھا کہ آپ کو اس کا اعتراف نہ ہو) تو اسکے یہ معنی ہیں کہ آپ اسلام کی تعلیم معلوم کرنے کے لئے خود اسلام تک پہنچ گئے ہیں، اور اس صورت میں آپکے لئے صرف یہی رہ جاتا ہو کہ خود اسلام سے اسلام معلوم کریں، اور جب معلوم ہو جائے تو جہاں تک اسلامی تعلیم کا تعلق ہو، آپکی جستجو ختم ہو جائے۔ بلاشبہ آپ کے لئے یہ بات باقی رہ جاتی ہو کہ مسلمانوں کی موجودہ زندگی میں اُس کا عمل تلاش کریں۔ لیکن "عمل" تلاش کریں۔ یہ نہیں کہ مسلمانوں کے "عمل" کو "اسلام" کی تعلیم قرار دے دیں۔ اگر مسلمانوں کی زندگی میں آپ کو اُس کا عمل نظر آئے، تو آپکو یہ رائے قائم کرنی چاہئے کہ اسلام کی تعلیم پر دنیا کی مسلمان نامی جماعت عمل کر رہی ہو۔ نہ نظر آئے تو افسوس کرنا چاہئے، اور سمجھ لینا چاہئے کہ دنیا کی عالمگیر گمراہیوں میں سے ایک حقیقت یہ بھی ہو کہ مسلمان نامی جماعت بھی اسلام کی تعلیمات پر عامل نہیں۔ میں نہیں سمجھتا یہ قدرتی اور سچا طریقہ چھوڑ کر آپنے غلط روی اور کج اندیشی کی راہ کیوں اختیار کی؟ جہاں آپکو "عمل" دیکھنا چاہئے، وہاں آپ "تعلیم" ڈھونڈھتے ہیں، اور جہاں سے "تعلیم" کی حقیقت کا سراغ مل سکتا ہو، اسے اپنے پیچھے چھوڑ دیتے ہیں؟

عزیز من! میری وہ بات یاد کیجئے جو میں نے بار بار آپکے ذہن نشین کرنی چاہی تھی: دنیا کی کوئی تعلیمی صداقت بھی ایسی نہیں ہو جسکے پیرؤں کا فہم و عمل حجت قرار دے کر ہم حقیقت کی طرف قدم بڑھا سکتے ہوں۔ مذہب کو چھوڑ دیجئے۔ دنیوی اور مادی علوم و صنائع کا کوئی محدود سے محدود گوشہ لے لیجئے۔ کیا اس طریقہ سے ہم ان گوشوں میں بھی حقیقت کی طرف قدم اٹھا سکتے ہیں؟ جب دنیا کے ایک معمولی مصنف یا عالم کی کتاب کے لئے لاکھوں کروڑوں انسانوں کا فہم و ادعا کچھ مفید نہیں ہو سکتا، اگر کوئی ایسی بات بیان کی جائے جو خود اُس کتاب میں موجود نہ ہو، تو مذاہب عالم کے لئے جن پر انسانی فہم و استعداد کے تغیرات و حوادث کی صدیاں گزر چکی ہیں اور لاکھوں کروڑوں افراد کے اختلاف ظروف سے نسلاً بعد نسل اُن کے تعلیمی حقائق متاثر ہو چکے ہیں، کیونکر کسی فرد یا جماعت کا فہم و عمل حجت ہو سکتا ہو؟

طریق جدل اور طریق ہدایت

معلوم نہیں آپکو وہ بات بھی یاد رہی یا نہیں جو میں نے گذشتہ سال آپکے ذہن نشین کرنی چاہی تھی۔ اس راہ میں بحث و جستجو کے ہمیشہ سے دو طریقے رہے ہیں۔ ایک طریقہ وہ ہے جسے قرآن نے اپنی زبان میں "جدل" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ دوسرا طریقہ وہ ہے جسے "ہدایت" کے لفظ سے پکارا ہے۔ "جدل" کے معنی لڑنے جھگڑنے کے۔ "ہدایت" کے معنی سیدھی اور سچی راہ اختیار کرنے کے۔

وہ تمام لوگ جو حقیقت و صداقت کے متلاشی نہیں ہوتے بلکہ کسی خاص خیال اور جذبہ سے اپنی کوئی بات منوانی اور دوسرے کی کوئی بات گرادینی چاہتے ہیں، طریق جدل پر عامل ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے آپکو کتنا ہی حق کا طالب و مطیع ظاہر کریں، لیکن فی الحقیقت وہ حق کے نہیں، اپنی ہوا و نفس کے مطیع ہوتے ہیں۔ وہ سچائی کے متلاشی نہیں ہوتے کہ ہر موقعہ پر اُس کے ظہور و علم کے منتظر رہیں۔ وہ محض اپنے کسی ٹھہرائے ہوئے خیال اور اعتقاد کے پُجاری ہوتے ہیں، اور اس لئے ہمیشہ اسی ڈھونڈھ میں لگے رہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح اپنی بات منوادیں۔ مذاہب عالم کے پُرجوش حامیوں، مذہبی مجالس کے زباں دراز مناظروں اور مذہبی بحث و منظر کے بنائے ہوئے نام نہاد علوم میں دسترس رکھنے والوں کا غالب حصہ اسی طریق جدل کی پیداوار ہے۔

لیکن دوسرا طریقہ طریق "ہدایت" ہے۔ یہ اُن لوگوں کی راہ ہے جو سچ مچ کو سچائی اور حقیقت کے متلاشی ہوتے ہیں، اور منوانے کے لئے نہیں بلکہ مان لینے کے لئے قدم بڑھاتے ہیں۔ وہ نہ تو کوئی خاص فریقانہ جذبہ رکھتے ہیں، نہ کوئی خاص فریقانہ دعویٰ۔ نہ تو اُنھیں کسی خیال اور رائے کی برتری ثابت کردینے کی کد ہوتی ہے، نہ کسی خاص خیال اور رائے کو زک دینے کا جوش۔ اُن کی طلب، اُن کی جستجو، اُن کا اعتقاد، اُن کا مشرب، اُن کا حلقہ، اُن کی تمام کد و کاوش کی غرض و غایت، صرف یہی ہوتی ہے کہ حق کی تلاش کی جائے، اور جب مل جائے تو اُسے پہچان لیا جائے۔ اس طریقہ کے رہرو کی ہر بات پچھلے طریقہ سے مختلف ہوتی ہے کیونکہ مقصد اور نظر و فکر کی روح میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ طریق جدل پر چلنے والے سچائی کے نہیں بلکہ سچائی کے نام پر جھگڑنے کے شائق ہوتے ہیں۔ اس لئے اُن کی ہر بات میں ایک جھگڑالو اور کج بحث دماغ کی روح پائی جاتی ہے۔ لیکن طریق ہدایت کا پیرو کسی حال میں بھی جھگڑالو اور کج بحث نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اُس کی روح طلب حق کی روح ہوتی ہے، اور حق کی طلب اور اُس کی معرفت کا عشق کبھی بحث و نزاع کی نفس پرستیوں کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا۔ فی الحقیقت اِن دونوں طریقوں میں نہ صرف اختلاف ہے بلکہ صریح تضاد ہے۔ پہلے کا نتیجہ یہ ہے کہ حق کی طلب و معرفت کی استعداد ہی طبیعت انسانی میں باقی نہیں رہتی۔ دوسرے کا نتیجہ یہ ہے کہ صرف حق ہی کی طلب و معرفت کا استغراق باقی رہ جاتا ہے۔ نفس و ہوس کی تمام غفلتیں اور خود پرستیاں معدوم ہوجاتی ہیں۔

جدل یا ہدایت؟

میں نے پہلے بھی کہا تھا، اور اب پھر آپکو توجہ دلاتا ہوں کہ اگر سفر کا عزم ہے تو کیوں پہلے ہی سے اپنی گمراہی کا بھی فیصلہ کرلیں؟ کیوں نہ قدم بڑھانے سے پہلے سوچ سمجھ لیں کہ ہمیں کونسی راہ اختیار کرنی ہے؟ راہیں یہاں دو ہی ہیں۔ ایک وہ جسے قرآن نے اپنی بولی میں "جدل" کہا ہے۔ دوسری وہ جسے "ہدایت" سے تعبیر کیا ہے۔ اگر "جدل" کا شوق ہے، تو واقعہ یہ ہے کہ آج دُنیا کے پرستاران مذاہب میں ننانوے فی صدی انسان اسی راہ پر گامزن ہیں۔ آپ بھی اس بھیڑ میں شامل ہوجائے۔ لیکن اگر حق کی طلب اور سچائی کی لگن ہے، تو پھر ضروری ہے کہ دوسری راہ اختیار کی جائے۔ لیکن دوسری راہ اختیار کرنیکے معنی یہ نہیں ہیں کہ زبان سے اس کا دعویٰ کیا جائے۔ جہاں تک دعوے کا تعلق ہے، کوئی سخت سے سخت مجادل (جھگڑالو) انسان بھی اس دعوے سے دست بردار ہونا پسند نہیں کرے گا۔ چاہئے کہ سچ مچ کو جدل و نزاع کی جگہ سچائی کے ایک سچے اور بے نفس متلاشی کی روح آپکے اندر پیدا ہوجائے۔ اس صورت میں آپکے بحث و مطالعہ کا انداز ہی دوسرا ہوجائے گا۔ جو چیزیں بقول آپکے آج "شک و شبہ کا طوفان" آپکے اندر پیدا کر دیتی ہیں، اُس حالت میں آپکے لئے مزید یقین کا پیغام اور معرفت حق کا وسیلہ بن جائیں گی!

مذاہب عالم بہ اعتبار حفظ و عمل

اگر ایک شخص "مجادل" نہیں بلکہ طریق "ہدایت" پر عامل ہے، تو وہ بغیر کسی بحث و اختلاف کے تسلیم کرے گا کہ آج جس قدر مذاہب دُنیا میں موجود ہیں، تعلیمی مصادر کے لحاظ سے اُنھیں تین قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱) وہ نہایت قدیم مذاہب جن پر امتدادِ زمانہ سے انقلاب حالت کے ایسے دَور گزر چکے ہیں کہ اب اُنھیں اُن کی حقیقی صورت و حالت میں معلوم کرنا نہایت دشوار ہوگیا ہے۔ اُن کی تعلیم کے مصادر محفوظ نہیں ہیں، اُنکی حقیقی تعلیمی روح یکقلم منقلب ہوگئی ہے، اُنکے پیرؤں کی عملی زندگی میں حقیقت کا اب کوئی سراغ نہیں لگایا جاسکتا۔

کسی چیز کی اصلیت و حقیقت معلوم کرنے کے لئے دو طرح کی شہادتیں مل سکتی ہیں: اندرونی اور بیرونی۔ دونوں کا مطلب واضح و معلوم ہے۔ حاجت تشریح نہیں۔ اس قسم کے مذاہب کی حقیقی تعلیم معلوم کرنے کے لئے ہم اُن کی اندرونی شہادتوں پر قناعت نہیں کرسکتے، کیونکہ انقلاب حالت کی وجہ سے اُن کے پیرؤں کی علمی و عملی زندگی اس درجہ بدل چکی ہے کہ اُس سے حقیقت کی شہادت ملنا متوقع نہیں۔ طالب حقیقت کیلئے ضروری ہے کہ وہ بیرونی شہادتوں کی جستجو کرے۔ اگر کوئی ایسی شہادت مل جائے تو اُس کی روشنی میں اُن کی اندرونی حالت پر نظر ڈالے۔

(۲) دوسری قسم اُن مذاہب کی نظر آئے گی جن کی عمر پہلی قسم کے مذاہب سے کم ہے، اور جنھیں نسبتۃً اپنی تعلیم کی اشاعت و توسیع کیلئے بہتر زمانہ حاصل ہوا تھا۔ اس لئے اگرچہ اُن پر بھی انقلاب حالت کے وہ تمام دَور گزر چکے ہیں جو اصلیت کو محرّف اور مبدّل کردیتے ہیں اور عملی روح یکقلم مفقود ہوجاتی ہے، تاہم اُن کی تعلیم کے بنیادی سرچشمے اِس حد تک ضرور موجود ہیں کہ ایک طالب حق اُن سے اندرونی شہادت حاصل کرسکتا ہے، اور تغیر و تحریف کے بے شمار پردے پڑجانے پر بھی اصلیت کی جھلک نظر آجاتی ہے۔

البتہ یہ اندرونی شہادت اس درجہ واضح اور قطعی نہیں ہے کہ بیرونی شہادتوں کی ضرورت نہ ہو۔ ضروری ہے کہ کوئی مضبوط شہادت باہر سے بھی حاصل کی جاسکے، ورنہ حقیقت کا قابل یقین فیصلہ نہیں ہوسکے گا۔

(۳) اگر ہم نے صحت نظر کے ساتھ اِن دونوں قسموں پر نظر ڈال لی ہے، تو ضروری ہے کہ ایک تیسری اور آخری قسم بھی سامنے آجائے۔ یہ وہ قسم ہے جس کا ظہور دنیا کے تمدن و علوم کی اشاعت و تنظیم کے زمانے میں ہوا، اور اس لئے ایسے وسائل اُسکے لئے بہم ہوگئے کہ تعلیمی مصادر کے تلف ہونے یا کمی بیشی سے محرّف ہوجانے کا کوئی کھٹکا باقی نہیں رہا۔ جس طرح اُس زمانے میں جبکہ اُس کا نیا نیا ظہور ہوا تھا، اُس کی تعلیم اپنی حقیقی صورت و حالت میں دیکھی جاسکتی تھی، ٹھیک اُسی طرح آج بھی ہر آنکھ دیکھ لے سکتی ہے۔ البتہ انقلاب حالت کے وہ تمام دَور جو جمعیت بشری کی دماغی و عملی زندگی پر گزرا کرتے ہیں، اُس پر بھی گزرے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اُس کے فہم و عمل کی روح روز بروز کمزور پڑتی گئی۔ یہاں تک کہ اُس کی حقیقی تعلیم کے مقابلہ میں، اُسکے پیرؤں کی عملی ذہنیت نے بہ حیثیت مجموعی ایک نئے قسم کا نقشہ پیدا کردیا۔ تاہم ایک جویائے حقیقت کے لئے اضطراب و تشویش خاطر کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ اُسکے تمام تعلیمی مصادر اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں، اور وہ اس قدر واضح، اس قدر مختصر، اسقدر سہل الحصول ہیں کہ ہر طالب حقیقت طلب و معرفت کا ایک قدم بڑھا کر اُن تک پہنچ جاسکتا ہے، اور جیسی کچھ بھی اصلیت ہے اُس کے سامنے روشن ہوجاسکتی ہے۔

چونکہ اس آخری قسم کے تمام تعلیمی مصادر محفوظ، مدوّن، اور ہر انسان کے دسترس میں ہیں، اس لئے اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے کسی بیرونی شہادت کی ضرورت نہیں۔ یہ صرف اپنی اندرونی شہادت ہی سے پہچانی جاسکتی اور پرکھی جاسکتی ہے۔

بلاشبہ اُس کی عملی روح امتدادِ زمانہ کے مؤثرات و عوامل سے متاثر ہوچکی ہے، اور اس لئے "تعلیم" اور "عمل" دو مختلف چیزیں ہوگئی ہیں تاہم یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اُسکی عملیت کی بنیادیں بھی پچھلی دو قسموں کی طرح منہدم ہوگئیں۔ ایک جویائے حقیقت معلوم کرلے سکتا ہے کہ امتدادِ زمانہ کے یہ تمام تغیرات سطح سے نیچے نہیں اُتر سکے ہیں۔ بنیادیں بدستور قائم ہیں۔

مذاہب عالم میں ہندوستان اور ایران کے قدیم مذاہب پہلی قسم میں داخل ہیں۔ یہودی اور مسیحی مذاہب دوسری قسم میں۔ تیسری قسم سے مقصود اسلام ہے۔

جویائے حقیقت کا فرض

اگر ایک شخص کی راہ وہ راہ نہیں ہے جسے "جدل" سے تعبیر کیا گیا ہے تو وہ مذاہب عالم کی اس صورت حال کے اعتراف میں ہرگز تامل نہیں کریگا، اور اس لئے "تعلیم" اور "عمل" کا اختلاف، یا حقیقی تعلیم اور غیر حقیقی تعلیم کی موجودگی کبھی اُس کے لئے "شک و شبہ کا طوفان" پیدا نہیں کرسکے گی۔ وہ دُنیا کی زیادہ سے زیادہ واضح حقیقتوں کی طرح دیکھے گا کہ پیروانِ مذاہب کا موجودہ عمل و فہم اُن مذاہب کی حقیقی تعلیم کے لئے حجت نہیں ہوسکتا اور یہ ناگزیر ہے کہ جماعت، عمل، اور شخصی ترجمانی سے بے اثر ہوکر صرف مذہب اور اُس کی "تعلیم" پر اعتماد کریں۔ ورنہ یا تو ہمیں یکقلم مذاہب کے برخلاف فیصلہ کرنا پڑے گا، یا فریقانہ تعصب و انکار میں مبتلا ہوجائیں گے، اور اس طرح فہم حقیقت و اعتدال رائے کی راہیں ہم پر بند ہوجائیں گی۔

جہاں تک اسلام کا تعلق ہے، شاید ہی دُنیا میں کسی تعلیم کی حقیقت و اصلیت کا ادراک اسقدر آسان اور سہل ہو، جسقدر اسلام کا ہے۔ اوّل یہ کہ اُس کی تعلیمی اصل اس طرح محفوظ اور مرتب دنیا کے ہر انسان کے دسترس میں ہے، کہ بغیر کسی علمی تحقیق و کاوش کے ہر شخص حاصل کرلے سکتا ہے اور اُس کے مطالب سے واقف ہوجاسکتا ہے۔ ثانیاً اُس کے تمام مصادر اس طرح مسلّم اور طے شدہ ہیں کہ اس بارے میں کسی اشتباہ کی گنجائش نہیں۔ ثالثاً تعلیمی مصادر کی جتنی بھی مقدار ہے، بہت مختصر ہے۔ اتنی مختصر ہے کہ اگر ایک معمولی درجہ کا تعلیم یافتہ انسان چاہے تو ایک دن کے اندر معلوم کرلے سکتا ہے کہ اسلام کے تعلیمی مصادر کے مطالب کیا کیا ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب ایک تعلیم اس درجہ واضح اور سہل ہمارے سامنے موجود ہو، تو کیا کسی انصاف پسند "غیر مجادل" انسان کے لئے جائز ہوسکتا ہے کہ وہ اُس کے فہم کے لئے خود اُس پر اعتماد نہ کرے، اور اگر اُس کی تعلیم میں اور بعض انسانوں کے فہم میں اختلاف واقع ہوجائے، تو اپنے آپ کو "شک و شبہ کے طوفان" کے حوالے کردے؟

یہاں تک میں نے صرف اصولی بحث کی ہے۔ اب مجھے آپکے بعض تأثرات اور پیش کردہ سوالات کا جواب دینا چاہئے۔

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولنا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر سنہ ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

سنہ ۱۹۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسۂ اسلامیہ رانچی کو دیدیئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔ ۱۲ (مینیجر الہلال کلکتہ)

حیرت انگیز رعایت

پندرہ روپے کی تین گھڑیاں

صرف دس روپے میں

محصول ڈاک اور پیکنگ بھی معاف

آپ کے لئے + آپ کے کمرے کے لئے + بیوی کے لئے

مشہور عالم نی ایر جرمن سیڈ	ریلوے ریگولیٹر پاکٹ واچ	قابل دید گولڈن رسٹ واچ

دیکھنے میں خوبصورت چال کی اچھا پر زمانہ کی مضبوطی، ٹائم کا سچا یہ [illegible] ساتھ قیمت دو روپے محصول ڈاک پیکنگ بھی [illegible]	کل سلور کیس، خوبصورت، مضبوط ٹائم نہایت صحیح بتاتی اصلی قیمت [illegible] لیکن پانچ روپے [illegible] محصول ڈاک پیکنگ [illegible]	[illegible] کی خوشنما فینسی [illegible] قیمت [illegible] محصول ڈاک پیکنگ [illegible]

تینوں گھڑیاں اگر آپ یکمشت طلب فرمائیں تو صرف دس روپے میں بھیجی جائیں گی یہ رعایت محض مال کی نکاسی اور فرم کی شہرت کی وجہ سے ہے۔ یہ رعایت [illegible] وقت [illegible] گھڑیاں [illegible] کے بعد [illegible] آپ فوراً ہی آرڈر بھیجدیں ایسا نہ ہو کہ اسٹاک ختم ہوجائے اور آپ کی فرمائش کی تعمیل نہ ہوسکے

نوٹ۔ [illegible] کوئی رعایت نہیں [illegible] محصول ڈاک و پیکنگ وغیرہ بھی ان [illegible] ادا کرنا ہوگا +

ملنے کا پتہ: امریکن واچ ہوس۔ اسٹاکسٹ ویسٹ اینڈ واچ کمپنی ۱۳۲ مقام دہلی

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دُنیا کا بہترین فاؤنٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم" قلم ہے؟

---

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں

تو

آپ کو "شیفر" کا

"لائف ٹائم"

لینا چاہئے!

اشتہار کے لئے

یاد رکھئے

موسم گرما کا نایاب تحفہ

صرف ہمدرد دواخانہ سے ملیگا

شربت روح افزا ۲۹۳ (رجسٹرڈ)

جو تقریبًا ۲۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم بامسمّٰی ہوکر بلا تفریق مذہب عام ہر دلعزیزی و شرف مقبولیت حاصل کرکے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کرچکا ہے اور جس کو چشم بد (حریص) سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے رجسٹرڈ بھی کرالیا گیا ہے۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کرچکے ہیں اُن سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپکی مسلسل و پیہم شائقانہ خریداری اس کی پسندیدگی و قدردانی کی خود دلیل ہے لیکن ہندوستان جیسے وسیع براعظم میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بے شمار خوبیوں میں سے چند عرض کی جاتی ہیں۔

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کرسکتا ہے۔

ناظرین! یہ شربت کیا ہے؟ اعلیٰ قسم کے فواکہات مثل انگور، سیب، رنگترہ وغیرہ اور بہت سی اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہے جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہے۔ مفرح قلب ہے۔ خوش ذائقہ ہے۔ تشنگی اور گھبراہٹ کو دُور کرتا ہے۔ اختلاج قلب، درد سر و دوران سر، متلی وغیرہ کی شکایت کو رفع کرتا ہے۔ سوداوی امراض کے واسطے عمومًا اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصًا بہت مفید ہے۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہراطور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہے اس کی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق پبلک کی خدمت کرنا اور ہندوستانی اشیاء کی تدریج کو ترقی دینا مدنظر ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کرکے جو بیدا رشدہ نوخیز ہندوستان کی صنعت کا اُمید افزا نمونہ ہے اور جس کی ہر چیز دیسی ہے۔ خوش ہونگے اور باوجود اتنی خوبیاں ہونے کے قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کرسکیں۔ قیمت فی بوتل ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) حکیموں اور عطاروں کے علاوہ، تاجران شربت کو بشرطیکہ وہ ایک درجن یا اس سے زیادہ خریدیں ۲۰ فی صدی کمیشن دیا جائیگا

نوٹ: اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھ کر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اُٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلًا کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہے۔ لہذا آپ شربت خرید کرتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور اس پر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد دواخانہ کی مخصوص چیز ہے اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی ہی سے ملسکتا ہے۔ "فہرست دواخانہ معہ جنتری ۱۹۲۷ء کارڈ آنے پر مفت ارسال ہوگی"

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی

تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہے جو انگلستان کے تمام شہروں، سوسائٹیوں ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپکو مطلع کردے نیز جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجاسکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے

ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop guide to Great Bretain

کا

دوسرا ایڈیشن ہے جو ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے ملسکتی ہے

اگر آپ کو دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے تو

تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب دوافروش کی دکان سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا منگوا کر استعمال کیجئے

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,

350, Oxford Street,

LONDON, W. 1.

جو

دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور

جسے ملک معظم برطانیہ اور اُن کے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ، جو برطانیہ، اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دُنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچّوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصّل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

با ایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک، ارزاں ہیں!

براعظم یورپ و امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں۔

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے۔

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسي

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دينى علوم كے بيش بها جواهر ريزي

اس سلسله ميں هم نے امامين كي ان نادر و اعلى درجه كي بلند پايه عربي تصانيف كے اردو تراجم كا سلسله شروع كيا هے ' جنكا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت كے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد كه يه "سلسلۂ تراجم" بد نصيب هندوستان كي دماغي اصلاح كا كام دے :

أسوۂ حسنه ـــ امام ابن قيم كي فن سيرت ميں شهرہ آفاق كتاب "زاد المعاد" كے خلاصه كا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپيه -

كتاب الوسيله ـــ لفظ "وسيله" كي بحث كے علاوہ امام ابن تيميه نے اسلام كے اصل الاصول "توحيد" كي مبسوط بحث كي هے - بلا جلد اڑهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه ـــ انكي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انكے مفصل حالات بيان كيے هيں دس آنے -

تفسير سورۃ الكوثر ـــ امام ابن تيميه كے مخصوص انداز تفسير كا اردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقى ـــ خالق و مخلوق كے درميان واسطه كا فرق بدلائل بيان كيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه ـــ حضرت امام كے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان كيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز ـــ علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري كي تازه كتاب كا اردو ترجمه - سوا روپيه -

أئمه اسلام ـــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے
خلاف الامه ـــ فى العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ـــ يه ايک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس كے خريدار كو هم نے كمال كوشش و كاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں كي تمام اهم اور اعلى مطبوعات كے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے كا اهتمام كيا هے - اسكے علاوه أئمه و اسلام و بزرگان دين كے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالك اسلاميه كے معتبر ذرائع سے حاصل كيے هوے حالات درج كيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

منيجر الهـــلال بك ايـــجنسي

(حلقه نمبر ۲۴ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"
24, LAHORE, PANJAB.

خط و كتابت كى وقت اپنا نام اور پته صاف لكهين
اور نمبر خريدارى ضرور تحرير فرمائين

النسخ الجلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے بازخوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

اردو صحافت كي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهـــلال اگرچه ايک هفته وار مصور رساله تها ' ليكن چونكه وه اردو صحافت كي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فكر كي نئي روح پيدا كرني چاهتا تها ' اس لئے اس كا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق كا مجموعه تها - اس كے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه كے هوتے تهے - اور اسكا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات كے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس كي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب كا پهلا نمونه تهيں - اردو كا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير كے اندراج كا انتظام كيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے كي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر كي چهپائي ميں ممكن نهيں - اس كي جلديں جديد اردو علم ادب كے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث كا بهترين مجموعه هيں - ان كي مقبوليت و قدر كا اندازه اس سے هوسكتا هے كه سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اس كي تمام جلدوں كا مكمل ست سات سو روپيه ميں خريد كيا - اور حال ميں ايک صاحب نے اس كي پهلي جلد مكمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اس كے پرچے بحفاظت جمع كئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده كرنے كيلیے تيار نهيں - پچهلے دنوں "البـــلاغ پريس" كا جب تمام اسٹاک نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايک ذخيره الهلال كے پرچوں كا بهي محفوظ ملا ' هم نے كوشش كي كه شايقين علم و ادب كے لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كي جاسكتي هيں مرتب كرلي جائيں اور جن جلدوں كي تكميل ميں ايک دو پرچوں كي كمي هو انهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه كوشش ايک حد تک مشكور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں كے چند سالوں كي جلديں پوري مكمل هوگئي هيں - هم اس اعلان كے ذريعه شايقين علم و ادب كو آخري موقعه ديتے هيں كه اس قيمتي ذخيره كے حاصل كرنے ميں جلدي كريں ' چونكه جلدوں كي ايک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسكي هے اس لئے صرف انهيں درخواستوں كي تعميل هوسكے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين كي انڈكس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مكمل جلد دوم ۱۰ روپيه — الهلال مكمل جلد سوم ۱۰ روپيه
" " چهارم ۱۰ روپيه — " " پنجم ۱۰ روپيه

جلد "البـــلاغ" (جب دوسري مرتبه الهـــلال اس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول كے هر جلد كے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين كے لحاظ سے ايک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پيكنگ اس كے علاوه هے -

منيجر "البـــلاغ پريس"

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رہنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمہ

یہ ضمیمہ دنیا کي تمام کتابوں پر هفتہ وار دلچسپ اور وقیع تبصرہ کرتا ھے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم ھے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بھي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ھے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضہ کیجئے کہ وہ ٹائمز لنڈن کا هفتہ وار ادبي ضمیمہ آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري ھے کہ

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمہ مطالعہ کرے

اگر آپ چاهتے هیں کہ فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نہ رهیں ' تو آپکو یہ ضمیمہ بلا ناغہ مطالعہ میں رکھنا چاهیے -

یہ هر هفتہ اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا ھے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنہ

The Publisher,
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں کہ یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بھیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تھوڑي سي محنت اور تھوڑا سا سرمایہ لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکہ کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں کہ بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یہ ساري باتیں با قاعدہ علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے کہ هم سے خط و کتابت کریں - هم یہ کام بہ حیثیت ایک ماهر فن کے کر رہے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا کہ آپکے مقصد کیلئے هم کس درجہ مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یہ بہترین کارخانہ ھے - مندرجۂ بالا پتہ سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقہ وہ ھے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ھے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانہ سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA